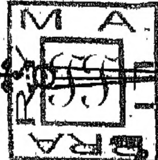


برکات الدعا



سید احمد خان صاحب کے سی ایس آئی

کے خیالات کے رد مین

جسکو مجدد زمان و مسیح دوران مرزا غلام احمد

صاحب نے تالیف کرکے بغرض فائدہ عام

مطبع ریاض ہند قادیان مین باہتمام شیخ

نور احمد صاحب طبع کراکر بماہ رمضان المبارک

سنہ ۱۳۱۰ شایع کیا

نہیں ہے صادق نہیں آس

تعداد نسخہ ۱۴۰۰

نمونہ دعا مستجاب

انیس ہند میرٹھ اور ہماری پیشگوئی پر اعتراض

اس اخبار کا پرچہ مطبوعہ ۲۵ مارچ ۱۸۹۳ء جس میں ہمیری اُس پیشگوئی کی نسبت جو لیکھرام پشاوری کے بارے میں ہمینے شایع کی تھی کچھہ نکتہ چینی ہے مجھہ کو ملا- مجھے معلوم ہوا ہے کہ بعض اور اخباروں پر بھی یہ کلمۃ الحق شاق گزرا ہے اور حقیقت میں میرے لئے خوشی کا مقام ہے کہ یوں خود مخالفوں کے ہاتھوں اسکی شہرت اور اشاعت ہو رہی ہے سو میں اسوقت اس نکتہ چینی کے جواب میں صرف اس قدر لکھنا کافی سمجھتا ہوں کہ جس طور اور طریق سے خدا تعالی نے چاہا اُسی طور سے کیا میرا اس میں دخل نہیں ہاں یہ سوال کہ ایسی پیشگوئی مفید نہیں ہوگی اور اس میں شبہات باقی رہ جائینگے اس اعتراض کی نسبت میں خوب سمجھتا ہوں کہ یہ پیش از وقت ہے میں اس بات کا خود اقراری ہوں اور اب پھر اقرار کرتا ہوں کہ اگر جیسا کہ معترضوں نے خیال فرمایا ہے پیشگوئی کا ماحصل آخر کار یہی نکلا کہ کوئی معمولی تپ آیا یا معمولی طور پر کوئی درد ہوا یا ہیضہ ہوا اور پھر اصلی حالت صحت کی قایم ہو گئی تو وہ پیشگوئی منصور نہیں ہوگی اور بلاشبہ ایک مکر اور فریب ہوگا کیونکہ ایسی بیماریوں سے تو کوئی بھی خالی نہیں ہم سب کبھی نہ کبھی بیمار ہو جاتے ہیں پس اس صورت میں بلاشبہ میں اس سزا کے لائق ٹھہرونگا جسکا ذکر میں نے کیا ہے لیکن اگر پیشگوئی کا ظہور اُس طور سے ہوا کہ جسمیں قہر الہی کے نشان صاف صاف اور کھلے طور پر دکھائی دیں تو پھر سمجھو کہ خدا تعالی کی طرف سے ہے اصل حقیقت یہ ہے کہ پیشگوئی کی ذاتی عظمت اور ہیبت دنوں اور وقتوں کے مقرر کرنے کے محتاج نہیں اس بارے میں تو زمانہ نزول عذاب کر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی علی رسولہ الکریم

سیّد احمد خان صاحب کے ۔ سی ۔ ایس ۔ آئی ۔ کے

رسالہ الدعا والاستجابتہ اور رسالہ

تحریر فی اصول التفسیر پر ایک نظر

اے اسیر عقل خود برہستی خود کم بناز — کین سپہر بو العجائب چون تو بسیار آورد
غیر را ہرگز نمی باشد گذر در کوی حق — ہر کہ آید زآسمان او باز آن یار آورد
خود بخود فہمیدن قرآن گمان باطل است — ہر کہ از خود آورد او نجس و مردار آورد

سیّد صاحب اپنے رسالہ مندرجہ عنوان مین دعا کی نسبت اپنا یہ عقیدہ ظاہر کرتے ہین کہ استجابت دعا کے یہ معنے نہین ہین کہ جو کچھ دعا میں مانگا گیا ہے وہ دیا جائے کیونکہ اگر استجابت دعا کے یہی معنے ہون کہ وہ سوال بہرحال پورا کر دیا جائے تو دو مشکلین پیش آتی ہیں اوّل یہ کہ ہزاروں دعائیں نہایت عاجزی اور اضطراری سے کیجاتی ہیں مگر سوال پورا نہیں ہوتا جسکے یہ معنے ہوتے ہیں کہ دعا قبول نہیں ہوئی حالانکہ خدا نے استجابت دعا کا وعدہ کیا ہے ۔ دوسری یہ کہ جو امور ہونے والے ہیں وہ مقدر ہیں اور جو نہیں ہونے والے وہ بھی مقدر ہیں ۔ اُن مقدّرات کے برخلاف ہرگز نہیں ہو سکتا پس اگر استجابت دعا کے معنے سوال کا پورا کرنا قرار دئے جائیں تو خدا کا یہ وعدہ کہ ادعونی استجب لکم ۔ اُن سوالوں پر جنکا ہونا مقدر نہیں ہے صادق نہیں آسکتا یعنے ان معنوں کے رو سے یہ عام وعدہ

استجابت دعا کا باطل ٹھہریگا کیونکہ سوالوں کا وہی حصہ پورا کیا جاتا ہے جسکا پورا کیا جانا مقدر ہے۔ لیکن استجابت دعا کا وعدہ عام ہے جس میں کوئی بھی استثنا نہیں پھر جس حالت میں بعض آیتیں ظاہر کر رہی ہیں کہ جن چیزوں کا دیا جانا مقدر نہیں وہ ہرگز دی نہیں جاتیں اور بعض آیتوں سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ کوئی دعا رد نہیں ہوتی اور سب کی سب قبول کیجاتی ہیں اور نہ صرف اسی قدر بلکہ یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ خدا تعالی نے تمام دعاؤں کے قبول کرنیکا وعدہ کر لیا ہے۔ جیسا کہ آیت ادعونی استجب لکم سے ظاہر ہے پھر اس تناقض اور تعارض آیات سے بجز اسکے کیوں کر مخلصی حاصل ہو کہ استجابت دعا سے عبادت کا قبول کرنا مراد لیا جاوے یعنے یہ معنے کیئے جائیں کہ دعا ایک عبادت ہے اور جب وہ دل سے اور خشوع اور خضوع سے کیجائے تو اسکے قبول کرنیکا خدا تعالی نے وعدہ فرمایا ہے پس استجابت دعا کی حقیقت بجز اسکے اور کچھہ نہیں کہ وہ دعا ایک عبادت متصور ہو کر اسپر ثواب مترتب ہوتا ہے ہاں اگر مقدر میں ایک چیز کا ملنا ہے اور اتفاقاً اسکے لئے دعا بھی کی گئی تو وہ چیز ملجاتی ہے مگر نہ دعا سے بلکہ اسکا ملنا مقدر تھا اور دعا میں بڑا فائدہ یہ ہے کہ جب دعا کرنے کے وقت خدا کی عظمت اور بے انتہا قدرت کا خیال اپنے دل میں جمایا جاتا ہے تو وہ خیال حرکت میں آکر ان تمام خیالات پر جن سے اضطراب پیدا ہوا ہے غالب ہو جاتا ہے اور انسان کو صبر اور استقلال پیدا ہو جاتا ہے اور ایسی کیفیت کا دل میں پیدا ہو جانا لازمہ عبادت ہے اور یہی دعا کا مستجاب ہونا ہے۔ پھر سید صاحب اپنے رسالہ کے اخیر میں لکھتے ہیں کہ جو لوگ حقیقت دعا سے ناواقف اور جو حکمت اسمیں ہے اس سے بیخبر ہیں وہ کہہ سکتے ہیں کہ جب یہ مسلم ہے کہ جو مقدر نہیں ہے وہ نہیں ہونیکا تو دعا سے کیا فائدہ ہے۔ یعنے جبکہ مقدر

بہرحال مل رہیگا خواہ دُعا کرو یا نہ کرو اور جسکا ملنا مقدر نہیں اُسکے لئے ہزاروں دُعائیں کیئے جاؤ کچھہ فائدہ نہیں تو پھر دُعا کرنا ایک امر عبث ہے اسکے جواب میں سید صاحب فرماتے ہیں کہ اضطرار کے وقت استمداد کی خواہش رکھنا انسان کی فطرت کا خاصہ ہے سو انسان اپنے فطرتی خاصہ سے دُعا کرتا ہے بلا خیال اسکے کہ وہ ہوگا یا نہیں اور بمقتضائے اُسکی فطرت کے اُسکو کہا گیا ہے کہ خدا ہی سے مانگو جو مانگو۔

اِس تمام تحریر سے جسکو ہمنے بطور خلاصہ اوپر لکھہ دیا ہے ثابت ہوا کہ سید صاحب کا یہ مذہب ہے کہ دُعا ذریعہ حصول مقصود نہیں ہو سکتی اور نہ تحصیل مقاصد کے لئے اُسکا کچھہ اثر ہے اور اگر دعا کرنے سے کسی داعی کا فقط یہی مقصد ہو کہ بذریعہ دُعا کوئی سوال پورا ہو جائے تو یہ خیال عبث ہے کیونکہ جس امر کا ہونا مقدر ہے اُسکے لئے دُعا کی حاجت نہیں اور جسکا ہونا مقدر نہیں ہے اُسکے لئے تضرع و ابتہال بیفائدہ ہے۔ غرض اِس تقریر سے تمامتر صفائی کُھل گیا کہ سید صاحب کا یہی عقیدہ ہے کہ دُعا صرف عبادت کے لئے موضوع ہے اور اُسکو کسی دُنیوی مطلب کے حصول کا ذریعہ قرار دینا طمع خام ہے

اب واضح ہو کہ سید صاحب کو قرآنی آیات کے سمجھنے میں سخت دہوکا لگا ہوا ہے مگر ہم انشاء اللہ تعالیٰ اُس دہوکے کی کیفیت کو اِس مضمون کے اخیر میں بیان کرینگے اِس وقت ہم نہایت افسوس سے یہ ظاہر کرتے ہیں کہ اگر سید صاحب قرآن کریم کے سمجھنے میں فہم رسا نہیں رکھتے تھے تو کیا وہ قانون قدرت بھی جسکی پیروی کا وہ دم مارتے ہیں اور جسکو وہ خدا تعالیٰ کی فعلی ہدایت اور قرآن کریم کے اسرار غامضہ کا مفسر قرار دیتے ہیں اس مضمون کے لکھنے کے وقت اُنکی نظر سے غائب تھا۔ کیا سید صاحب کو معلوم نہیں کہ اگرچہ دُنیا کی کوئی خیر و شر مقدر سے خالی نہیں تاہم قدرت نے اُسکے حصول کے لئے ایسے اسباب

مقرر کر رکھے ہیں جنکے صحیح اور سچے اثر ہیں کسی عقلمند کو کلام نہیں مثلاً اگرچہ مقدر بہ لحاظ سرکے دوا کا کرنا نہ کرنا درحقیقت ایسا ہی ہے جیسا کہ دعا یا ترک دعا مگر کیا سید صاحب یہ رائے ظاہر کر سکتے ہیں کہ مثلاً علم طب سراسر باطل ہے اور حکیم حقیقی نے دواؤں میں کچھہ بھی اثر نہیں رکھا - پھر اگر سید صاحب باوجود ایمان بالتقدیر کی اس بات کے بھی قائل ہیں کہ دوائیں بھی اثر سے خالی نہیں تو پھر کیوں خدا تعالیٰ کے یکساں اور متشابہ قانون میں تفرقہ اور تفریق ڈالتے ہیں کیا سید صاحب کا یہ مذہب ہے کہ خدا تعالیٰ اس بات پر تو قادر تھا کہ تربد اور سقمونیا اور سنا اور حب الملوک میں تو ایسا قوی اثر رکھے کہ انکی پوری خوراک کھانے کے ساتھہ ہی دست چھوٹ جائیں یا مثلاً سم الفار اور بیش اور دوسری ہلاہل زہروں میں وہ غضب کی تاثیر ڈالدی کہ انکا کامل قدر شربت چند منٹوں میں ہی اس جہان سے رخصت کر دے لیکن اپنے برگزیدوں کی توجہ اور عقد ہمت اور تضرع کی بھری ہوئی دعاؤں کو فقط مردہ کی طرح رہنے دے جن میں ایک ذرہ بھی اثر نہ ہو - کیا یہ ممکن ہے کہ نظام الہی میں اختلاف ہو اور وہ ارادہ جو خدا تعالیٰ نے دواؤں میں اپنے بندوں کی بھلائی کے لئے کیا تھا وہ دعاؤں میں مرعی نہ ہو نہیں نہیں ہرگز نہیں بلکہ خود سید صاحب دعاؤں کی حقیقی فلاسفی سے بیخبر ہیں اور انکی اعلیٰ تاثیروں پر ذاتی تجربہ نہیں رکھتے اور انکی ایسی مثال ہے جیسے کوئی ایک مدت تک ایک پرانی اور سالخوردہ اور مسلوب القویٰ دوا کو استعمال کرے اور پھر اسکو بے اثر پاکر اس دوا پر عام حکم لگا دے کہ اس میں کچھہ بھی تاثیر نہیں - افسوس صد افسوس کہ سید صاحب باوجودیکہ پیرانہ سالی تک پہنچ گئے مگر اب تک ان پر یہ سلسلہ نظام قدرت مخفی رہا کہ کیونکر قضا و قدر کو اسباب سے وابستہ کر دیا گیا ہے اور کس قدر یہ سلسلہ

اسباب اور مسببات کا باہم گہرے اور لازمی تعلقات رکھتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ وہ
اِس دہوکے میں پھنس گئے کہ اُنہوں نے خیال کر لیا کہ گویا بغیر اِن اسباب کے جو قدرت نے
روحانی اور جسمانی طور پر مقرر کر رکھے ہیں کوئی چیز ظہور پذیر ہو سکتی ہے یوں تو دنیا میں
کوئی چیز بھی مقدر سے خالی نہیں مثلاً جو انسان آگ اور پانی اور ہوا اور مٹی اور اناج اور
نباتات اور حیوانات وجمادات وغیرہ سے فایدہ اُٹھاتا ہے وہ سب مقدرات ہی ہیں
لیکن اگر کوئی نادان ایسا خیال کرے کہ بغیر اُن تمام اسباب کے جو خدا تعالی نے مقرر
کر رکھے ہیں اور بغیر اُن راہوں کے جو قدرت نے معین کر دی ہیں ایک چیز بغیر توسط
جسمانی یا روحانی وسائل کے حاصل ہو سکتی ہے تو ایسا شخص گویا خدا تعالی کی حکمت کو باطل
کرنا چاہتا ہے - میں نہیں دیکھتا کہ سید صاحب کی تقریر کا بجز اسکے کچھہ اور بھی ماحصل
ہے کہ وہ دُعا کو منجملہ اُن اسباب موثرہ کے نہیں سمجھتے جنکو اُنہوں نے بڑی مضبوطی سے
تسلیم کیا ہوا ہے بلکہ اِس راہ میں حد سے زیادہ آگے قدم رکھہ دیا ہے مثلاً اگر سید صاحب
کے پاس آگ کی تاثیر کا ذکر کیا جائے تو وہ ہرگز اُس سے منکر نہیں ہونگے اور ہرگز
یہ نہیں کہیں گے کہ اگر کسی کا جلنا مقدر ہے تو بغیر آگ کے بھی جل رہیگا تو پھر میں
حیران ہوں کہ وہ باوجود مسلمان ہونے کے دُعا کی تاثیروں سے جو آگ کی طرح کبھی
اندھیرے کو روشن کر دیتی ہیں اور کبھی گستاخ دست انداز کا ہاتھہ جلا دیتی ہیں کیوں
منکر ہیں کیا اُنکو دُعاؤں کے وقت تقدیر یاد آجاتی ہے اور جب آگ وغیرہ کا ذکر
کریں تو پھر تقدیر بھول جاتی ہے کیا ان دونوں چیزوں پر ایک ہی تقدیر حاوی نہیں ہے
پھر جس حالت میں باوجود تقدیر ماننے کے وہ اسباب شدہ کو اس شدت سے مانتے ہیں
کہ اُسکے غلو میں وہ بدنام بھی ہو گئے ہیں تو پھر اسکا کیا موجب ہے کہ وہ نظام قدرت جسکو وہ

تسلیم کر چکے ہیں دُعا میں اُن کو یا د نہیں رہا یہاں تک کہ کہتی ہیں کچھ تاثیر ہے مگر دُعا میں اتنی بھی نہیں۔ پس اصل حقیقت یہ ہے کہ وہ اس کوچہ سے بیخبر ہیں اور نہ ذاتی تجربہ اور نہ تجربہ والوں کی اُنکو صحبت ہے۔

اب ہم فائدہ عام کے لئے کچھ استجابت دُعا کی حقیقت ظاہر کرتے ہیں سو واضح ہو کہ استجابت دعا کا مسئلہ درحقیقت دعا کی مسئلہ کی ایک فرع ہے اور یہ قاعدہ کی بات ہے کہ جس شخص نے اصل کو سمجھا ہوا نہیں ہوتا اُسکو فرع کے سمجھنے میں پیچیدگیاں واقع ہوتی ہیں اور دہوکے لگتے ہیں پس یہی سبب سید کی غلط فہمی کا ہے۔ اور دُعا کی ماہیت یہ ہے کہ ایک سعید بندہ اور اُسکے ربّ میں ایک تعلق مجاذبہ ہے یعنے پہلے خدا تعالی کی رحمانیت بندہ کو اپنی طرف کھینچتی ہے پھر بندہ کے صدق کی کششوں سے خدا تعالی اُس سے نزدیک ہو جاتا ہے اور دُعا کی حالت میں وہ تعلق ایک خاص مقام پر پہنچکر اپنے خواص عجیبہ پیدا کرتا ہے سو جس وقت بندہ کسی سخت مشکل میں مبتلا ہو کر خدا تعالی کی طرف کامل یقین اور کامل اُمید اور کامل محبّت اور کامل وفاداری اور کامل ہمّت کے ساتھ جھکتا ہے اور نہایت درجہ کا بیدار ہو کر غفلت کے پردوں کو چیرتا ہوا فنا کے میدانوں میں آگے سے آگے نکل جاتا ہے پھر آگے کیا دیکھتا ہے کہ بارگاہ الوہیت ہے اور اُسکے ساتھ کوئی شریک نہیں تب اُسکی روح اس آستانہ پر سر رکھ دیتی ہے اور قوت جذب جو اُسکے اندر رکھی گئی ہے وہ خدا تعالی کی عنایات کو اپنی طرف کھینچتی ہے تب اللہ جل شانہ اُس کام کے پورا کرنے کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور اُس دُعا کا اثر اُن تمام مبادی اسباب پر ڈالتا ہے جن سے ایسے اسباب پیدا ہوتے ہیں۔ جو اُس مطلب کے حاصل ہونے کے لئے ضروری ہیں۔ مثلاً اگر بارش کے لئے دعا ہے۔ تو بعد استجابت دعا کے وہ اسباب طبعیہ جو بارش

کے لئے ضروری ہوتے ہیں اُس دُعا کے اثر سے پیدا کئے جاتے ہیں۔ اور اگر قحط کے
لئے بد دعا ہے تو قادر مطلق مخالفانہ اسباب کو پیدا کر دیتا ہے۔ اسی وجہ سے یہ بات
ارباب کشف و کمال کے نزدیک بڑے بڑے تجارب سے ثابت ہو چکی ہے۔ کہ
کامل کی دعا میں ایک قوتِ تکوین پیدا ہو جاتی ہے۔ یعنے باذنہٖ تعالیٰ وہ دعا
عالم سفلی اور علوی میں تصرف کرتی ہے۔ اور عناصر اور اجرام فلکی اور انسانوں کے دلوں
کو اُس طرف لے آتی ہے جو طرف مؤیّد مطلوب ہے۔ خدا تعالیٰ کی پاک کتابوں میں اسکی
نظیریں کچھ کم نہیں ہیں۔ بلکہ اعجاز کے بعض اقسام کی حقیقت بھی دراصل استجابت
دُعا ہی ہے۔ اور جس قدر ہزاروں معجزات انبیاء سے ظہور میں آئے ہیں۔ یا جو کچھ
کہ اولیائے کرام ان دنوں تک عجائب کرامات دکھلاتے رہے اُسکا اصل
اور منبع یہی دُعا ہے۔ اور اکثر دعاؤں کی اثر سے ہی طرح طرح کے خوارق قدرت قادر
کا تماشا دکھلا رہے ہیں وہ جو عرب کے بیابانی مُلک میں ایک عجیب ماجرا گذرا کہ
لاکھوں مُردے تھوڑے دنوں میں زندہ ہوگئے۔ اور پشتوں کے بگڑے ہوئے الٰہی
رنگ پکڑ گئے۔ اور آنکھوں کے اندھے بینا ہوئے۔ اور گونگوں کی زبان پر الٰہی معارف
جاری ہوئے۔ اور دُنیا میں یکدفعہ ایک ایسا انقلاب پیدا ہوا کہ نہ پہلے اُس سے
کسی آنکھ نے دیکھا۔ اور نہ کسی کان نے سُنا۔ کچھ جانتے ہو کہ وہ کیا تھا؟ ۔ وہ
ایک فانی فی اللہ کی اندھیری راتوں کی دُعائیں ہی تھیں
جنہوں نے دُنیا میں شور مچا دیا۔ اور وہ عجائب باتیں دکھلائیں کہ جو اُس
امی بیکس سے محالات کی طرح نظر آتی تھیں۔ اللّٰھم صل وسلم وبارک علیہ وآلہ
بعدد ھمّہ وغمّہ وحزنہ لھٰذہ الامۃ وانزل علیہ انوار رحمتک الی الابد۔

اور میں اپنے ذاتی تجربہ سے بھی دیکھ رہا ہوں کہ دُعاؤں کی تاثیر آب و آتش کی تاثیر سے بڑھ کر ہے۔ بلکہ اسباب طبعیہ کے سلسلہ میں کوئی چیز ایسی عظیم التاثیر نہیں جیسی کہ دُعا ہے۔

اور اگر یہ شُبہ ہو کہ بعض دُعائیں خطا جاتی ہیں۔ اور اُنکا کچھ اثر معلوم نہیں ہوتا تو میں کہتا ہوں کہ یہی حال دواؤں کا بھی ہے۔ کیا دواؤں نے موت کا دروازہ بند کر دیا ہے؟ یا اُنکی خطا جانا غیر ممکن ہے؟ مگر کیا باوجود اس بات کے کوئی اُنکی تاثیر سے انکار کر سکتا ہے؟۔ یہ سچ ہے کہ ہر ایک امر پر تقدیر محیط ہو رہی ہے۔ مگر تقدیر نے علوم کو ضائع اور بیحرمت نہیں کیا۔ اور نہ اسباب کو بے اعتبار کر کے دکھلایا۔ بلکہ اگر غور کر کے دیکھو تو یہ جسمانی اور روحانی اسباب بھی تقدیر سے باہر نہیں ہیں۔ مثلاً اگر ایک بیمار کی تقدیر نیک ہو۔ تو اسباب علاج پورے طور پر میسر آجاتے ہیں۔ اور جسم کی حالت بھی ایسے درجہ پر ہوتی ہے کہ وہ اُنسے نفع اُٹھانے کے لئے مستعد ہوتا ہے۔ تب دوا نشانہ کی طرح جا کر اثر کرتی ہے۔ یہی قاعدہ دُعا کا بھی ہے۔ یعنے دُعا کے لئے بھی تمام اسباب و شرائط قبولیت اسی جگہ جمع ہوتے ہیں جہاں ارادہ الہی اُسکے قبول کرنیکا ہے۔ خدا تعالی نے اپنے نظام جسمانی اور روحانی کو ایک ہی سلسلہ موثرات اور متاثرات میں باندہ رکھا ہے۔ پس سید صاحب کی سخت غلطی ہے کہ وہ نظام جسمانی کا تو اقرار کرتے ہیں۔ مگر نظام روحانی سے منکر ہو بیٹھے ہیں۔

بالآخر میں یہ کہنا ضروری سمجھتا ہوں کہ اگر سیّد صاحب اپنے اس غلط خیال سے توبہ نہ کریں اور یہ کہیں کہ دُعاؤں کے اثر کا ثبوت کیا ہے۔ تو میں ایسی

غلطیوں کے نکالنے کے لئے مامور ہوں۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ اپنی بعض دعاؤں کی قبولیت سے پیش از وقت سید صاحب کو اطلاع دونگا۔ اور نہ صرف اطلاع بلکہ چھپوا دونگا۔ مگر سید صاحب ساتھ ہی یہ بھی اقرار کریں کہ وہ بعد ثابت ہوجانے میرے دعوی کے اپنے اس غلط خیال سے رجوع کریں گے۔

سید صاحب کا یہ قول ہے کہ گویا قرآن کریم میں خدا تعالی نے تمام دعاؤں کے قبول کرنیکا وعدہ فرمایا ہے حالانکہ تمام دعائیں قبول نہیں ہوتیں یہ انکی سخت غلط فہمی ہے۔ اور یہ آیت اُدعونی استجب لکم انکے مدعا کو کچھ بھی فائدہ نہیں پہنچا سکتی۔ کیونکہ یہ دعا جو آیت ادعونی استجب لکم میں بطور امر کے بجالانے کے لئے فرمائی گئی ہے۔ اِس سے مراد معمولی دعائیں نہیں ہیں۔ بلکہ وہ عبادت ہے جو انسان پر فرض کی گئی ہے کیونکہ امر کا صیغہ یہاں فرضیت پر دلالت کرتا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ کل دعائیں فرض میں داخل نہیں ہیں۔ بلکہ بعض جگہ اللہ جل شانہ نے صابرین کی تعریف کی ہے جو انا للہ پر ہی کفایت کرتے ہیں۔ اور اس دعا کی فرضیت پر بڑا قرینہ یہ ہے کہ صرف امر پر ہی کفایت نہیں کی گئی بلکہ اسکو عبادت کے لفظ سے یاد کر کے بحالت نافرمانی عذاب جہنم کی وعید اسکے ساتھ لگادی گئی ہے۔ اور ظاہر ہے کہ دوسری دعاؤں میں یہ وعید نہیں۔ بلکہ بعض اوقات انبیا علیہم الصلوۃ والسلام کو دعا مانگنے پر زجر و توبیخ کی گئی ہے چنانچہ انی اعظک ان تکون من الجاھلین اسپر شاہد ہے اس سے صاف ظاہر ہے کہ اگر ہر دعا عبادت ہوتی تو حضرت نوح علیہ السلام کو لا تسئلن کا تازیانہ کیوں لگایا جاتا۔ اور بعض اوقات اولیا اور انبیا دعا کرنیکو سوء ادب سمجھتے رہے ہیں۔ اور صلحاء نے ایسی دعاؤں میں استفتاء قلب پر عمل کیا

یعنے اگر مصیبت کے وقت دل نے دُعا کرنیکا فتویٰ دیا تو دعا کی طرف متوجہ ہوئے اور اگر صبر کے لئے فتویٰ دیا تو پھر صبر کیا - اور دُعا سے موںہہ پھیر لیا - ماسوا اس کے اللہ تعالی نے دوسری دُعاؤں میں قبول کرنیکا وعدہ نہیں کیا - بلکہ صاف فرما دیا ہے - کہ چاہوں تو قبول کروں اور چاہوں تو رد کروں - جیسا کہ یہ آیت قرآن کی صاف بتلا رہی ہے - اور وہ یہ ہے - بل ایاہ تدعون فیکشف ماتدعون الیہ ان شاء - سورہ الانعام الجزء نمبر ۷ - اور اگر ہم تنزلاً مان بھی لیں کہ اس مقام میں لفظ ادعو سے عام طور پر دعا ہی مراد ہے تو ہم اس بات کے ماننے سے چارہ نہیں دیکھتے کہ یہاں دعا سے وہ دُعا مراد ہے جو بجمیع شرائط ہو - اور تمام شرائط کو جمع کر لینا انسان کے اختیار میں نہیں جب تک توفیق ازلی یاور نہ ہو - اور یہ بھی یاد رہے کہ دعا کرنے میں صرف تضرع کافی نہیں ہے - بلکہ تقوی اور طہارت اور راست گوئی اور کامل الیقین اور کامل محبت اور کامل توجہ اور یہ کہ جو شخص اپنے لئے دعا کرتا ہے یا جسکے لئے دعا کی گئی ہے اُسکی دُنیا اور آخرت کے لئے اُس بات کا حاصل ہونا خلاف مصلحت الہی بھی نہ ہو - کیونکہ بسا اوقات دعا میں اور شرائط تو سب جمع ہو جاتے ہیں مگر جس چیز کو مانگا گیا ہے وہ عند اللہ سائل کے لئے خلاف مصلحت الہی ہوتی ہے - اور اُسکے پورے کرنے میں خیر نہیں ہوتی - مثلاً اگر کسی ماں کا پیارا بچہ بہت الحاح اور رونے سے یہ چاہے کہ وہ آگ کا ٹکڑا یا سانپ کا بچہ اُسکے ہاتھ میں پکڑا دے - یا ایک زہر جو بظاہر خوبصورت معلوم ہوتی ہے اُسکو کھلا دے تو یہ سوال اُس بچہ کا ہرگز اُسکی ماں پورا نہیں کریگی - اور اگر پورا کر دیوے اور اتفاقاً بچہ کی جان بچ جاوے لیکن کوئی عضو اُسکا بیکار ہو جاوے تو بلوغ کے بعد وہ بچہ اپنی اُس احمق والدہ کا سخت

شاکی ہوگا۔ اور بجز اسکے اور بھی کئی شرائط ہیں کہ جب تک وہ تمام جمع نہ ہوں
اُسوقت تک دعا کو دعا نہیں کہہ سکتے۔ اور جب تک کسی دُعا میں پوری روحانیت
داخل نہ ہو۔ اور جس کے لئے دعا کی گئی ہے اور جو دعا کرتا ہے اُن میں استعداد قریبہ
پیدا نہ ہو تب تک توقع اثر دُعا امید موہوم ہے۔ اور جب تک ارادہ الٰہی قبولیت
دعا کے متعلق نہیں ہوتا تب تک یہ تمام شرائط جمع نہیں ہوتیں۔ اور ہمتیں پوری توجہ
سے قاصر رہتی ہیں۔ سیّد صاحب اس بات کو بھی مانتے ہیں کہ دار آخرت کی دینی عطایا
اور نعمتیں اور لذّتیں اور راحتیں جنکی نجات سے تعبیر کی گئی ہے ایمان اور ایمانی
دعاؤں کا نتیجہ ہیں پھر جبکہ یہ حال ہے تو سیّد صاحب کو ماننا پڑا کہ بلاشبہ ایک مومن
کی دعائیں اپنے اندر اثر رکھتی ہیں اور آفات کے دور ہونے اور مرادات کے حاصل
ہونے کا موجب ہو جاتی ہیں کیونکہ اگر موجب نہیں ہو سکتیں تو پھر کیا وجہ کہ قیامت
میں موجب ہو جائینگی۔ سوچو اور خوب سوچو کہ اگر درحقیقت دعا ایک بے تاثیر چیز ہے
اور دنیا میں کسی آفت کے دور ہونے کا موجب نہیں ہو سکتی تو کیا وجہ کہ قیامت کو
موجب ہو جائیگی یہ بات تو نہایت صاف ہے کہ اگر ہماری دعاؤں میں آفات سے
بچنے کے لئے درحقیقت کوئی تاثیر ہے تو وہ تاثیر اس دُنیا میں بھی ظاہر ہونی چاہئے
تا ہمارا یقین بڑھے اور امید بڑھے اور تا آخرت کی نجات کے لئے ہم زیادہ سرگرمی سے
دعائیں کریں۔ اور اگر درحقیقت دعا کچھ چیز نہیں صرف پیشانی کا نوشتہ پیش آتا ہے
تو جیسا دُنیا کی آفات کے لئے بقول سیّد صاحب دُعا عبث ہے اسی طرح آخرت کے
لئے بھی عبث ہوگی اور اُس پر امید رکھنا طمع خام۔ اب میں اس بارے میں اس سے
زیادہ لکھنا نہیں چاہتا کیونکہ ناظرین بانصاف میرے اس بیان کو غور سے پڑھکر

سمجھ سکتے ہیں کہ میں نے سید صاحب کی غلط فہمی کا ثبوت کافی دیدیا ہے - ماسوا اسکے اگر سید صاحب اب بھی اپنی ہٹ دھرمی سے باز نہ آویں تو ایک دوسرا طریق بھی ان پر حجت پورا کرنیکے لئے لکھا گیا ہے - اگر وہ طالب حق ہونگے تو اعراض نہیں کرینگے -

اور سید صاحب کی دوسری کتاب جسکا نام تحریر فی اصول التفسیر ہے - انکی اس کتاب سے بالکل متناقض اور متغائر پڑی ہوئی ہے - گویا سید صاحب نے کسی بیہوشی کی حالت میں یہ دونوں رسالے لکھے ہیں - کیونکہ سید صاحب استجابت دعا کے رسالہ میں تو تقدیر کو مقدم رکھتے ہیں - اور اسباب عادیہ کو گویا ہیچ خیال کرتے ہیں اور اسی بنا پر استجابت دعا سے انکار کرتے ہیں - کیونکہ دعا منجملہ اسباب عادیہ کے ہے - جبپر ایک لاکھ سے زیادہ نبی اور کئی کروڑ ولی گواہی دیتا چلا آیا ہے * اور نبیوں کے ہاتھ میں بجز دعا کے اور کیا تھا - اور دوسرے رسالہ میں گویا سید صاحب تقدیر کو کچھ چیز ہی نہیں سمجھتے

* حاشیہ - قطب ربانی و غوث سبحانی سید عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ نے جسقدر اپنی کتاب فتوح الغیب میں کامل کی توجہ اور دعا کا اثر اپنے تجارب کے رو سے لکھا ہے - ہم عام فائدہ کے لئے وہ عبارتیں معہ ترجمہ ذیل میں لکھتے ہیں - اس تحریر سے مطلب یہ ہے کہ ہر ایک فن میں اسی شخص کی شہادت معتبر سمجھی جاتی ہے جو اس فن کا محقق ہوتا ہے - پس اس بنا پر استجابت دعا کی فلاسفی اس شخص کو سچے طور پر معلوم ہو سکتی ہے - جسکو خداوند تعالی سے سچے تعلقات صدق اور محبت کے حاصل ہوں - پس سید احمد خاں صاحب سے اس پاک فلاسفی کا دریافت کرنا ایسا ہے جیسے ایک بیطار سے کسی انسان کی مرض کا علاج پوچھنا - ہاں سید صاحب اگر کسی دنیوی گورنمنٹ کے تعلقات انکی رعایا کے ساتھ بیان کریں تو بلاشبہ وہ اس بات کے لائق ہیں - مگر خداتعالی کی باتیں خدائی لوگ جانتے ہیں - اور وہ عبارتیں یہ ہیں
فاجعل انت جملتک واجزاءک اصناما مع سائر الخلق ولا تطع شیئاً من ذلک ولا تتبعہ جملۃ فتکون کبیتا احمر فلا تکاد توتی بخشبتین تکون

کیونکہ تمام اشیا کو انہوں نے ایک مستقل وجود قرار دیدیا ہے کہ گویا وہ تمام چیزیں خدا تعالیٰ کے ہاتھ سے نکل گئی ہیں۔ اب اسکو انکی تبدیل اور تغییر پر کچھ بھی اختیار نہیں۔ اور گویا اسکی خدائی فقط ایک تنگ دائرہ میں محدود ہی اور اسکے قادرانہ تصرفات آگے نہیں بلکہ پیچھے رہ گئے ہیں اور جو اشیا پر حالت وارد ہے وہ اسکی تقدیر نہیں۔ بلکہ اب وہ مخلوقات کی ایک ذاتی خاصیت ہے جو قابل تغیر و تبدیل نہیں کیونکہ **تقدیر کے مفہوم کو اختیار مقدر** لازم پڑا ہوا ہے۔ پس ظاہر ہے کہ جن خواص پر خدا تعالیٰ کا کچھ بھی اختیار باقی نہیں رہا۔ تو پھر ان خواص کو اسکی تقدیر کیونکر کہنا چاہئے اور اگر اختیار ہے تو پھر امکان تبدیل باقی ہے۔ غرض سید صاحب نے اس دوسرے رسالہ میں مقدر حقیقی کی حکومت تمام چیزوں کے سر سے ایسی اٹھا دی ہے کہ وہ اپنے خواص میں (بقول سید صاحب) تابع مرضی مالک نہیں رہیں۔ بلکہ ایکٹ مزارعان کی پانچویں دفعہ کے موروثیوں کے لئے جو حقوق

بقیہ حاشیہ وارث کل نبی و رسول وبك تختم الولايۃ وتنكشف الكروب وبك تسقى الغيوث وبك تنبت الزروع وبك تدفع البلايا والمحن عن الخاص والعام واهل الثغور وتقلبك بين القدرة و بك هو كلسان الازل وتنزل منازل من سلف من اولی العلم و يرد عليك العلوم التكوين وخرقة وتؤمن على الاسرار والعلوم اللدنية وغير ها انتہا۔

ترجمہ۔ یعنے اگر تو خدا تعالیٰ کا مقبول بننا چاہتا ہے تو اس بات پر یقین کر لے اور ایسا سمجھ لے۔ کہ تیرے ہاتھ تیرے پاؤں تیری زبان تیری آنکھ اور تیرا سارا وجود اور اسکے تمام اجزا تیری راہ میں بت ہی ہیں۔ اور مخلوق میں سے دوسری تمام چیزیں بھی تیری راہ میں بت ہیں۔ تیرے بیٹے تیری بیوی اور ہر ایک دنیا کی مراد جو تو چاہتا ہے اور دنیا کا مال اور دنیا کی عزت اور دنیا کا ننگ و ناموس اور دنیا کا رجا اور خوف اور زید و بکر پر توکل یا خالد و ولید کی ضرر رسانی کا خوف یہ سب تیری راہ میں بت ہیں۔ سو ان بتوں میں سے کسی کا

انگریزوں نے قایم کیئے ہیں - یعنے یہ کہ مالک کو کسی قسم کے تصرف کا ان پر اختیار نہیں ہوگا - اسی قسم کی موروثی سیّد صاحب نے بھی تمام چیزوں آگ وغیرہ کو ٹھہرا دیا ہے - بلکہ سیّد صاحب کے قانون میں انگریزوں کے قانون سے زیادہ تشدد ہے کیونکہ انگریزوں نے پانچویں دفعہ کے موروثی کے اخراج کے لئے ایک صورت قایم بھی کردی ہے اور وہ یہ ہے کہ جب موروثی ایک سال تک لگان واجب کا ایک حصہ خواہ سر بھی ہو ادا نہ کرے تو خارج ہوسکتا ہے - مگر سیّد صاحب نے تو ہر حال میں حقوق مالک کو تلف کردیا - اور یہ ظلم عظیم ہے -

اور سیّد صاحب نے جو اپنے دوست حریف سے تفسیر قرآن کریم کا معیار مانگا ہے - سو مین نے مناسب سمجھا کہ اس جگہ ہی سیّد صاحب کی کسقدر رہیں ہی خدمت کردوں کیونکہ بھولے کو راہ بتانا سب سے پہلے میرا فرض ہے - سو جاننا چاہئیے کہ سب سے

بقیہ حاشیہ - زباں پر وارد مت ہو - اور سارا اسی کی پیروی میں غرق نہ ہو جا - یعنے صرف بقدر حقوق شرعیہ اور سنن صالحین اسکی رعایت رکھ - پس اگر تو نے ایسا کر لیا - تو تو بری ہو جائیگا - اور تیرا مقام نہایت رفیع ہوگا - یہاں تک کہ تو نظر بہت آئیگا - اور خدا تعالی تجھے اپنے نبیوں اور رسولوں کا وارث بنا دیگا یعنے انکے علوم و معارف اور برکات جو مخفی اور ناپدید ہو گئے تھے - وہ از سر نو تجھ کو عطا کئے جائینگے اور ولایت تیرے پر ختم ہوگی یعنے تیرے بعد کوئی نہیں اُٹھیگا - جو تجھ سے بڑا ہو - اور تیری دعاؤں اور تیری عقد ہمت اور تیری برکت سے لوگوں کے سخت غم دور کیئے جائینگے - اور قحط زدوں کے لیئے بارشیں ہونگی - اور کھیتیاں اُگیں گی - اور بلائیں اور محنتیں ہر یک خاص و عام کی یہاں تک کہ بادشاہوں کی مصیبتیں تیری توجہ اور دعا سے دور ہونگی - اور یدِ قدرت تیرے ساتھ ہوگا - اور جس طرف وہ پھرے اسی طرف تو پھریگا - اور لسان الازل تجھے اپنی طرف بلائیگی - یعنے جو کچھ تیری زبان پر جاری ہو جائیگا

اوّل معیار تفسیر صحیح کا شواہد قرآنی ہیں۔ یہ بات نہایت توجہ سے یاد رکھنی چاہیئے کہ قرآن کریم اور معمولی کتابوں کی طرح نہیں جو اپنی صداقتوں کے ثبوت یا انکشاف کے لئے دوسرے کا محتاج ہو۔ وہ ایک ایسی متناسب عمارت کی طرح ہے جسکی ایک اینٹ ہلانے سے تمام عمارت کی شکل بگڑ جاتی ہے۔ اسکی کوئی صداقت ایسی نہیں ہے جو کم سے کم دس یا بیس شاہد اسکے خود اُسی میں موجود نہ ہوں۔ سو اگر ہم قرآن کریم کی ایک آیت کے ایک معنے کریں تو ہمیں دیکھنا چاہیئے کہ ان معنوں کی تصدیق کے لئے دوسرے شواہد قرآن کریم سے ملتے ہیں یا نہیں۔ اگر دوسرے شواہد دستیاب نہ ہوں۔ بلکہ ان معنے کی دوسری آیتوں سے صریح معارض پائے جاویں تو ہمیں سمجھنا چاہیئے کہ وہ معنے بالکل باطل ہیں۔ کیونکہ ممکن نہیں کہ قرآن کریم میں اختلاف ہو۔ اور سچے معنوں کی یہی نشانی ہے کہ قرآن کریم میں سے ایک لشکر شواہد بینہ کا اسکا مصدق ہو۔

دوسرا معیار۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تفسیر ہے۔ اِس میں کچھ شک نہیں کہ سب سے زیادہ قرآن کریم کے معنے سمجھنے والے ہمارے پیارے اور بزرگ نبی حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ پس اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی تفسیر ثابت ہو جائے تو مسلمان کا فرض ہے کہ بلا توقف اور بلا دغدغہ قبول

بقیہ حاشیہ۔ وہ خدا وند تعالیٰ کی طرف سے ہوگا اور اِس میں برکت رکھی جائیگی اور تو ان تمام راستبازوں کا قایم مقام کیا جائیگا۔ جنکو تجھ سے پہلے علم دیا گیا۔ اور تکوین تیرے سپرد کیجائیگی۔ پہلے تیری دعا اور تیری توجہ عالم میں تصرف کریگی۔ اور پھر اگر تو معدوم کو موجود کرنا یا موجود کو معدوم کرنا چاہیگا تو وہی ہوجائیگا اور امور خارق عادت تجھسے ظاہر ہونگے۔ اور تجھ کو اسرار اور علوم لدنیہ اور معارف غریبہ عطا ہونگے۔ جنکے لئے تو امین اور مستحق سمجھا جائیگا۔ منہ

کرے نہیں تو اس میں الحاد اور فلسفیت کی رگ ہوگی۔

تیسرا معیار صحابہ کی تفسیر ہے۔ اسمیں کچھہ شک نہیں کہ صحابہ رضی اللہ عنہم آں حضرت کے نوروں کو حاصل کرنیوالے اور علم نبوت کے پہلے وارث تھے اور خدا تعالی کا ان پر بڑا فضل تھا اور نصرت الہی اُنکی قوت مدرکہ کے ساتھہ تھی۔ کیونکہ اُنکا نہ صرف قال بلکہ حال تھا۔

چوتھا معیار خود اپنا نفس مطہر لیکر قرآن کریم میں غور کرنا ہے۔ کیونکہ نفس مطہرہ سے قرآن کریم کو مناسبت ہے۔ اللہ جل شانہ فرماتا ہے۔ لا یمسہ الا المطہرون۔ یعنے قرآن کریم کے حقائق صرف اُن پر کھلتے ہیں جو پاک دل ہوں کیونکہ مطہر القلب انسان پر قرآن کریم کے پاک معارف بوجہ مناسبت کھل جاتے ہیں اور وہ اُنکو شناخت کرلیتا ہے اور سونگھہ لیتا ہے۔ اور اسکا دل بول اُٹھتا ہے۔ کہ ہاں یہی راہ سچی ہے اور اسکا نور قلب سچائی کی پرکھہ کے لئے ایک عمدہ معیار ہوتا ہے۔ پس جب تک انسان صاحب حال نہ ہو۔ اور اس تنگ راہ سے گذرنے والا نہ ہو جس سے انبیاء علیہم السلام گذرے ہیں۔ تب تک مناسب ہے کہ گستاخی اور تکبر کی جہت سے مفسر القرآن نہ بن بیٹھے ورنہ وہ تفسیر بالرائے ہوگی جس سے نبی علیہ السلام نے منع فرمایا ہے اور کہا ہے کہ من فسر القرآن برایہ فاصاب فقد اخطا یعنے جسنے صرف اپنی راے سے قرآن کی تفسیر کی۔ اور اپنے خیال میں اچھی کی۔ تب بھی اُسنے بُری تفسیر کی۔

پانچواں معیار لغت عرب بھی ہے۔ لیکن قرآن کریم نے اپنے وسایل آپ اس قدر قایم کردیئے ہیں۔ کہ چنداں لغات عرب کی تفتیش کی حاجت نہیں ہاں موجب زیادت بصیرت بیشک ہے بلکہ بعض اوقات قرآن کریم کے اسرار مخفیہ کی طرف

حاشیہ متعلقہ صفحہ ۱ معیار ہفتم

سید صاحب نے اپنی کسی کتاب میں وحی کو معیار صداقت نہیں ٹھہرایا اور نہ ٹھہرانا چاہتے ہیں اسکی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ وہ وحی کو خواہ وحی نبوت ہو یا وحی ولایت نظر عزت سے نہیں دیکھتے بلکہ اُسکو صرف ملکہ فطرت خیال کرتے ہیں سو انکی اس رائے کی نسبت بھی اس جگہ کسیقدر بیان کرنا قرین مصلحت ہے سو واضح ہو کہ سید صاحب کی یہ بڑی غلط اور سخت فتنہ انداز اور حق سے دور ڈالنے والی رائے ہے کہ وحی الہٰ کو صرف ملکہ فطرت خیال کرتے ہیں - یہ بات ظاہر ہے کہ انسان کی فطرت میں کئی قسم کے ملکات ہوتے ہیں اور تمام ملکات اس قسم کے ہیں کہ ایک کی طرز اور وضع دوسرے کی طرز اور وضع پر شاہد ہے مثلاً بعض کی فطرت علم حساب اور ہندسہ سے ایک مناسبت رکھتی ہے اور بعض کی علم طب سے اور بعض کی علم منطق اور کلام سے لیکن خود بخود یہ استعداد مخفیہ کسی کو محاسب اور ہندس یا طبیب اور منطقی نہیں بنا سکتی بلکہ ایسا شخص تعلیم استاد کا محتاج ہوتا ہے اور پھر دانا استاد جب اس شخص کی طبیعت کو ایک خاص علم سے مناسبت دیکھتا ہے تو اُسی کے پڑھنے کی اُسکو رغبت دیتا ہے اسی کے مناسب یہ شعر ہے کہ ہر کسے را بہر کاری ساختند میل اُو اندر دلش انداختند - اس تعلیم پانے کے بعد وہ ملکہ جو تخم کی طرح چھپا ہوا تھا ہر ایک ٹھنا ہے اور طرح طرح کی باریکیاں اُس علم کی اُسکو سوجھتی ہیں اور جو کچھ اُس فن کے متعلق نئے نئے امور منجانب اللہ اُسکے دل میں پیدا ہوتے ہیں اگر اُنکا الہام اور القا نام رکھیں تو کچھ بعید نہیں ہوتا کیونکہ بلاشبہ وہ تمام عمدہ باتیں جنسے انسانوں کو نفع پہنچتا ہے خدا تعالیٰ کی طرف سے دل میں ڈالی جاتی ہیں جیسا کہ اللہ جل شانہ بھی درحقیقت اسی کی طرف اشارہ فرما کر کہتا ہے فالهمها فجورها وتقوٰيها یعنے بُری باتیں اور نیک باتیں جو انسانوں کے دلوں میں پڑتی ہیں وہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ہی الہام ہوتی ہیں اچھا آدمی اپنی اچھی طبیعت کی وجہ سے اس لایق ہوتا ہے کہ اچھی باتیں اُسکے دل میں پڑیں اور بُرا آدمی اپنی بُری طبیعت کی وجہ سے اس لایق ٹھہرتا ہے کہ بُری خیالات اور بداندیشی کی تجویزیں اُسکے دل میں پیدا ہوتی رہیں اور درحقیقت نیک انسان اس قسم کے الہامات کے حاصل کرنیکے لئے فطرتاً ایک نیک ملکہ اپنے اندر رکھتا ہے اور بُرا انسان فطرتاً ایک بُرا ملکہ رکھتا ہے چنانچہ اسی ملکہ فطرتی کی وجہ سے بہت سے لوگ اچھی اور بُری تالیفیں اور پاک اور ناپاک ملفوظات اپنی یادگار چھوڑ گئے ہیں مگر سوال یہ ہے کہ کیا انبیا کی وحی کی بھی یہی حقیقت ہے کہ وہ بھی درحقیقت ایک ملکہ فطرت ہے جو اس قسم کے القا سے فیضیاب ہوتا رہتا ہے جسکی تفصیل ابھی بیان ہوئی ہے اگر صرف اتنی ہی بات ہو تو حقیقت معلوم شد کیونکہ انبیا کی وحی کو صرف ایک ملکہ فطرت قرار دیکر پھر انبیا اور اسی قسم کے دوسرے لوگوں میں مابہ الامتیاز قایم کرنا نہایت مشکل ہے - شاید سید صاحب اس جگہ یہ فرما دیں کہ ہم وحی متلو کے قایل ہیں یعنے قرآن کریم بالفاظ وحی ہے مگر میں سید صاحب کی اس حکمت عملی کو خوب سمجھتا ہوں وہ اُس وحی متلو کے ہرگز قایل نہیں جسکے ہم لوگ قایل ہیں ظاہر ہے کہ یوں تو کوئی القا الفاظ کے بغیر نہیں ہوتا اور ایسے معانی جو الفاظ سے مجرد ہوں ذہن میں آ ہی نہیں سکتے لیکن پھر خود قرآن اور حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں بھی ایک فرق ہے اور اسی فرق کی بنا پر حدیث کے الفاظ کو اُس چشمہ سے نکلا ہوا قرار نہیں دیتے جس چشمہ سے قرآن کے الفاظ نکلے ہیں گو عام القا اور الہام کا مفہوم مدنظر رکھکر حدیث کے الفاظ بھی منجانب اللہ ہیں چنانچہ آیت وما ينطق عن الهوىٰ ان هو الا وحى يوحى اس پر شہادت دے رہی ہے - یہ بات تو ہم دوبارہ یاد دلا دیتے ہیں کہ گو کسی قسم کا القا ہو الفاظ ہمیشہ ساتھ ہونگے مثلاً ایک شاعر جو ایک مصرعہ کے لئے دوسرا مصرعہ تلاش کر رہا ہے تو جب اُسکے ذہن پر منجانب اللہ کوئی القا ہوگا تو الفاظ کے ساتھ ہی ہوگا -

اب جبکہ یہ بات پختہ طور پر فیصلہ پا گئی کہ حکما اور عرفا اور شعرا کو بھی خدا تعالیٰ کی طرف سے ہی القا ہوتا ہے اور وہ بھی الہام متلو ہی ہوتا ہے اور ان میں بھی کرامتیاز دن کو راستی کا اور بدوں کو بدی کا ایک ملکہ عطا کیا جاتا ہے اور مناسب حال اُس ملکہ کے وقتاً فوقتاً انکو الہام ہوتا رہتا ہے مثلاً

جیسے دلیل ایجاد کی اسکو بھی القا ہی ہوا تھا اور جو تار برقی کا موجد گذرا ہے وہ بھی ان معنوں کر کے ملہم ہی تھا تو وہی اعتراض جسکا ذکر ہم کر چکے ہیں سید صاحب پر وارد ہوگا اگر سید صاحب یہ جواب دیں کہ درحقیقت نفس القا میں تو انبیا اور حکما بلکہ کافر اور مومن برابر ہیں مگر فرق یہ ہے کہ انبیا کا القا ہمیشہ صحیح ہوتا ہے تو ایسے جواب میں سید صاحب کو اس بات کا قایل ہونا پڑیگا کہ وحی نبوت کفار کے الہام سے کوئی ذاتی امتیاز نہیں رکھتے صرف یہ زاید امر ہے کہ انبیا کی وحی غلطی سے پاک ہوتی ہے اور ارسطو اور افلاطون وغیرہ حکما کی وحی غلطی سے پاک نہیں تھی لیکن یہ دعوی بے دلیل ہے بلکہ سراسر تحکم ہے کیونکہ اس صورت میں ہمیں ماننا پڑتا ہے کہ وہ حصہ کثیر حکما کے مواعظ اور نصایح اور اخلاقی باتوں کا جو غلطیوں سے پاک اور قرآن کے موافق ہے اسکو بلاشبہ کلام الہی سمجھیں اور قرآن مجید کے برابر قرار دیدیں اور اسکی وحی متلو ہونے پر ایمان لاویں اور دوسرا حصہ جسمیں غلطی ہو اسکو اسی طرح اجتہادی غلطیوں کی مد میں داخل کر دیں جیسا کہ انبیا سے بھی کبھی اجتہادی غلطی ہو جاتی ہے اور پھر اس اصول کے لحاظ سے ایسے حکما بلکہ کفار کو بھی نبی سمجھ لیں۔

اب ظاہر ہے کہ درحقیقت یہ ایسا خیال ہے کہ قریب ہے کہ سید صاحب کا ایمان اس سے ضایع ہو جائے بلکہ شاید کسی موقع پر نیوٹن وغیرہ حکما کی وحی کو قرآن کی وحی سے اعلی سمجھنے لگیں۔ افسوس کہ اگر سید صاحب قرآن کے معنے سمجھنے کے لئے قرآن کو ہی معیار ٹھہراتے تو اس ہلاکت کے گڑھے میں گرنے سے بچ جاتے۔ قرآن نے کسی جگہ اپنی وحی کی یہ مثال پیش نہیں کی کہ وہ اس چشمہ کی مانند ہے کہ جو زمین سے جوش مارتا ہے بلکہ ہر جگہ یہی مثال پیش کی کہ وہ اس بارش کی مانند ہے کہ جو آسمان سے نازل ہوتی ہے۔

اور اگر سید صاحب لکھنے کے وقت کسی صاحب حال سے پوچھ لیتے کہ وحی الله کیا شے ہے اور کیونکر نازل ہوتی ہے تو تب بھی اس لغزش سے بچ جاتے اس ٹھوکر سے سید صاحب نے ایک جماعت کثیرہ مسلمانوں کو تباہ کر دیا اور قریب قریب الحاد اور دہریت کے پہنچا دیا اور وحی نبوت کی عزت کو کھو کر اس نظر کو بالکل محدود کر دیا جس میں کافر اور بے ایمان بھی شریک ہیں۔

اسوقت میں محض لله اپنی ذاتی شہادت سید صاحب کی خدمت میں پیش کرتا ہوں شاید خدا تعالی ان پر فضل کرے۔ سواے عزیز سید مجھے اس جل شانہ کی قسم ہے کہ یہ بات واقعی صحیح ہے کہ وحی آسمان سے دل پر ایسی گرتی ہے جیسے کہ آفتاب کی شعاع دیوار پر۔ میں ہر روز دیکھتا ہوں کہ جب مکالمہ الہیہ کا وقت آتا ہے تو اول یکدفعہ مجھ پر ایک ربودگی طاری ہوتی ہے تب میں ایک تبدیل یافتہ چیز کی مانند ہو جاتا ہوں اور میری حس اور میرا ادراک اور ہوش گو گمشدہ نہیں ہوتا مگر اس وقت میں پاتا ہوں کہ گویا ایک وجود شدید الطاقت نے میرے تمام وجود کو اپنی مٹھی میں لے لیا ہے اور اس وقت احساس کرتا ہوں کہ میری ہستی کی تمام رگیں اسکے ہاتھ میں ہیں اور جو کچھ میرا ہے اب وہ میرا نہیں بلکہ اسکا ہے جب یہ حالت ہو جاتی ہے تو اس وقت سب سے پہلے خدا تعالی دل کے ان خیالات کو میری نظر کے سامنے پیش کرتا ہے جن پر اپنے کلام کی شعاع ڈالنا اس کو منظور ہوتا ہے تب ایک عجیب کیفیت سے وہ خیالات یکے بعد دیگرے نظر کے سامنے آتے ہیں اور ایسا ہوتا ہے کہ جب ایک خیال مثلاً زید کی نسبت دل میں آیا کہ وہ فلاں مرض سے صحت یاب ہوگا یا نہ ہوگا تو جھٹ اس پر ایک ٹکڑہ کلام الہی کا ایک شعاع کی طرح گرتا ہے اور بسا اوقات اسکے گرنے کے ساتھ تمام بدن ہل جاتا ہے پھر وہ مقدمہ طے ہو کر دوسرا خیال سامنے آتا ہے اور پھر وہ خیال نظر کے سامنے کھڑا ہوا اور ادھر ساتھ ہی ایک ٹکڑہ الہام کا اس پر گرا جیسا کہ ایک تیر انداز ہر یک شکار کے نکلنے پر تیر مارتا جاتا ہے اور عین اسوقت میں محسوس ہوتا ہے کہ یہ سلسلہ خیالات کا ہماری طرف سے پیدا ہوتا ہے اور کلام جو اس پر گرتا ہے وہ اوپر سے نازل ہوتا ہے اگرچہ شعرا وغیرہ کو بھی سوچنے کے بعد القا ہوتا ہے مگر اس وحی کو اس سے مناسبت سخت بے تمیزی ہے کیونکہ وہ القا خوض اور فکر کا ایک نتیجہ ہوتا ہے اور ہوش و حواس کی قایمی اور انسانیت کی حد میں ہونے کی حالت میں ہوتا ہے لیکن یہ القا صرف اسوقت ہوتا ہے کہ جب انسان اپنے تمام وجود کے ساتھ خدا تعالی کے تصرف میں آجاتا ہے اور اپنا ہوش اور اپنا ارادہ کسی طور سے اس میں دخل نہیں رکھتا اسوقت زبان ایسی معلوم ہوتی ہے کہ گویا یہ اپنی زبان نہیں اور ایک دوسری زبردست طاقت اسکو

لغت کھودنے سے توجہ پیدا ہو جاتی ہے۔ اور ایک تقلید کی بات نکل آتی ہے۔

چھٹا معیار روحانی سلسلہ کے سمجھنے کے لئے سلسلہ جسمانی ہے۔ کیونکہ خداوند تعالیٰ کے دونوں سلسلوں میں کلی تطابق ہے۔

ساتواں معیار۔ وحی ولایت اور مکاشفات محدثین ہیں۔

اور یہ معیار گویا تمام معیاروں پر حاوی ہے کیونکہ صاحب وحی محدثیت اپنے نبی متبوع کا پورا ہمرنگ ہوتا ہے۔ اور **بغیر نبوت اور تجدید احکام کے** وہ سب باتیں اُسکو دیجاتی ہیں جو نبی کو دیجاتی ہیں اور اسپر یقینی طور پر سچی تعلیم ظاہر کیجاتی ہے اور نہ صرف اس قدر بلکہ اُس پر وہ سب امور بطور انعام و اکرام کے وارد ہو جاتے ہیں جو نبی متبوع پر وارد ہوتے ہیں سو اسکا بیان محض اٹکلیں نہیں ہوتیں بلکہ وہ دیکھ کر کہتا ہے اور سنکر بولتا ہے اور یہ راہ اس اُمت کے لئے کھلی ہے ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا کہ وارث حقیقی کوئی نہ ہے اور ایک شخص جو دنیا کا کیڑا اور دنیا کے جاہ و جلال اور ننگ و ناموس میں مبتلا ہے وہی وارث علم نبوت ہو کیونکہ خدا تعالیٰ وعدہ کر چکا ہے کہ بجز مطہرین کے علم نبوت کسی کو نہیں دیا جائیگا بلکہ یہ تو اس پاک علم سے بازی کرنا ہے کہ ہر ایک شخص باوجود اپنی آلودہ حالت کے وارث النبی ہونے کا دعوی کرے اور یہ بھی ایک سخت جہالت ہے کہ ان وارثوں کے وجود سے انکار کیا جائے اور یہ اعتقاد کیا جائے کہ اسرار نبوت کا اب صرف بطور ایک گزشتہ قصہ کے تسلیم کرنا چاہئے جنکا وجود ہماری نظر کے سامنے نہیں ہے اور نہ ہونا ممکن ہے اور نہ اُنکا کوئی نمونہ موجود ہے۔ بات یوں نہیں ہے کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو اسلام **زندہ مذہب** نہ کہلا سکتا بلکہ اور مذہبوں کی طرح یہ بھی **مردہ مذہب** ہوتا اور اس صورت میں

اعتقاد مسئلہ نبوت بھی صرف ایک **قصہ** ہوتا جیسا گذشتہ قرنوں کی طرف حوالہ دیا جاتا۔ مگر خدا تعالیٰ نے ایسا نہیں چاہا کیونکہ وہ خوب جانتا تھا کہ اسلام کے زندہ ہونے کا ثبوت اور نبوت کی یقینی حقیقت جو ہمیشہ ہر ایک زمانہ میں منکرین وحی کو ساکت کر سکے اُسی حالت میں قائم رہ سکتی ہے کہ سلسلہ وحی برنگ محدثیت ہمیشہ کے لئے جاری رہے۔ سو اسنے ایسا ہی کیا۔ **محدّث** وہ لوگ ہیں جو شرف مکالمہ الٰہی سے مشرف ہوتے ہیں اور انکا جوہر نفس انبیاء کے جوہر نفس سے اشد مشابہت رکھتا ہے اور وہ **خواص عجیبہ نبوّت کے لئے بطور آیات باقیہ کے ہوتے ہیں تا یہ دقیق مسئلہ نزول وحی کا کسی زمانہ میں بے ثبوت ہو کر صرف بطور قصہ کے نہ ہو جائے اور یہ خیال ہرگز درست نہیں کہ انبیاء علیہم السلام دُنیا سے بے وارث ہی گذر گئے اور اب انکی نسبت کچھہ رائے ظاہر کرنا بجز قصہ خوانی کے اور کچھہ زیادہ وقعت نہیں رکھتا بلکہ ہر ایک صدی** میں ضرورت کے وقت انکے وارث پیدا ہوتے رہتے ہیں اور اس صدی میں یہ عاجز ہے خدا تعالیٰ نے مجھہ کو اس زمانہ کی اصلاح کے لئے بھیجا ہے تا وہ غلطیاں جو بجز خدا تعالیٰ کی خاص تائید کی نکل نہیں سکتی تھیں وہ مسلمانوں کے خیالات سے نکالی جائیں اور منکرین کو سچے اور زندہ خدا کا ثبوت دیا جائے اور اسلام کی عظمت اور حقیقت تازہ نشانوں سے ثابت کیجائے سو یہی ہو رہا ہے قرآن کریم کے معارف ظاہر ہو رہے ہیں۔ لطایف اور دقائق کلام ربانی کھل رہے ہیں نشان آسمانی اور خوارق ظہور میں آرہے ہیں اور اسلام کے حسنوں اور نوروں اور برکتوں

کا خدا تعالیٰ نئے سر سے جلوہ دکھا رہا ہے جکی آنکھیں دیکھنے کی ہیں دیکھے اور جسمیں سچا جوش ہے وہ طلب کرے اور جس میں ایک ذرہ حب اللہ اور رسول کریم کی ہے وہ اُٹھے اور آزمائے اور خدا تعالیٰ کی اس پسندیدہ جماعت میں داخل ہووے جکی بنیادی اینٹ اسنے اپنے پاک ہاتھ سے رکھی ہے - اور یہ کہنا کہ اب وحی ولائت کی راہ مسدود ہے اور نشان ظاہر نہیں ہوسکتے اور دُعائیں قبول نہیں ہوتیں یہ ہلاکت کی راہ ہے - نہ سلامتی کی - خدا تعالیٰ کے فضل کو رد مت کرو اُٹھو آزماؤ اور پرکھو پھر اگر یہ پاؤ کہ معمولی سمجھ اور معمولی عقل اور معمولی باتوں کا انسان ہے تو قبول نہ کرو - لیکن اگر کرشمہ قدرت دیکھو اور اسی **ہاتھ کی چمک پاؤ** جو سویدان حق اور مکلمان الٰہی میں ظاہر ہوتا رہا ہے تو قبول کرو اور یقیناً سمجھو کہ خدا تعالیٰ کا اپنے بندوں پر بڑا احسان یہی ہے کہ وہ اسلام کو مُردہ مذہب رکھنا نہیں چاہتا بلکہ ہمیشہ یقین اور معرفت اور الزام خصم کے طریقوں کو کھلا رکھنا چاہتا ہے - بھلا تم آپ ہی سوچو کہ اگر کوئی وحی نبوت کا مُنکر ہو اور یہ کہے کہ ایسا خیال تمہارا سراسر وہم ہے تو اُسکے مونہہ بند کرنیوالی بجز اسکے نمونہ دکھلانے کے اور کونسی دلیل ہو سکتی ہے - کیا یہ خوشخبری ہے یا بدخبری - کہ آسمانی برکتیں صرف چند سال اسلام میں رہیں - اور پھر وہ خشک اور مُردہ مذہب ہوگیا - اور کیا ایک سچے مذہب کے لئے یہی علامتیں ہونی چاہئیں !!! -

غرض صحیح تفسیر کے لئے یہ معیار ہیں - اور اس میں کچھ شک نہیں کہ سید صاحب کی تفسیر ان ساتوں معیاروں سے اپنے اکثر مقامات میں محروم و بے نصیب ہے اور اس وقت اس سے تعرض کرنا ہمارا مقصود نہیں سید صاحب کو قانون قدرت پہ

بڑا ہی ناز تھا۔ مگر اپنی تفسیر میں وہ قانون قدرت کا لحاظ بھی چھوڑ گئے۔ مثلاً انکا
یہ اعتقاد کہ وحی نبوت بجز اپنے ہی فطرت کے ملکہ کے اور کچھ چیز نہیں اور اسمیں اور
خدا تعالیٰ میں ملائکہ کا واسطہ نہیں۔ کس قدر خدا تعالیٰ کے قانون قدرت کے مخالف
ہے۔ ہم صریح دیکھتے ہیں کہ ہم اپنے جسمانی قوی کی تکمیل کے لئے آسمانی توسط کے
محتاج ہیں۔ ہمارے اس بدنی سلسلہ کے قیام اور اغراض مطلوبہ تک پہنچانیکے
لئے خدا تعالیٰ نے آفتاب اور ماہتاب اور ستاروں اور عناصر کو ہمارے لئے مسخر کیا
ہے۔ اور کئی وسائط کے پیرایہ میں ہو کر اس علت العلل کا فیض ہم تک پہنچا ہے
اور بے واسطہ ہرگز نہیں پہنچا۔ مثلاً اگرچہ ہماری آنکھوں کو تو نور خداوند تعالیٰ ہی سے
ملتا ہے کیونکہ وہی تو علت العلل ہے۔ مگر وہ آفتاب کے واسطے سے ہماری آنکھوں تک
پہنچتا ہے ہم ایک چیز بھی نظام ظاہری میں ایسی نہیں دیکھتے جسکو خدا تعالیٰ بلا واسطہ
آپ ہی اپنا مبارک ہاتھ لمبا کر کے ہمیں دیدے۔ بلکہ ہر ایک چیز وسائط کے ذریعہ سے
ہی ملتی ہے۔ پھر ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ ہمارے ظاہری قوی کی خلقت تام نہیں ہے
یعنے ایسا نہیں ہے کہ مثلاً مستقل طور پر روشن ہوں اور آپکے مجوزہ ملکہ وحی کی طرح
ایسا ان میں ملکہ موجود ہو جو آفتاب کے واسطہ سے ہمکو مستغنی کر دے۔ پھر اس
نظام کے برخلاف بے اصل باتیں آپکی کیونکر صحیح ٹھہر سکیں۔ ماسوا اسکے ذاتی تجارب
کی شہادت جو سب شہادتوں سے بڑہ کر ہے آپکی اس رائے کی سخت تکذیب کرتی ہے
کیونکہ یہ عاجز قریباً گیارہ برس سے شرف مکالمہ الٰہیہ سے مشرف ہے اور اس بات
کو بخوبی جانتا ہے۔ کہ وحی درحقیقت آسمان سے ہی نازل ہوتی ہے۔ وحی کی
مثال اگر دنیا کی چیزوں میں سے کسی چیز کے ساتھ دیجاوے۔ تو شاید کسی قدر تار برقی

سے مشابہ ہے جو اپنے ہر ایک تغیر کی آپ خبر دیتی ہے۔ میں نے دیکھا ہے کہ اس وحی کے وقت جو برنگ وحی ولایت میرے پر نازل ہوتی ہے۔ ایک خارجی اور شدید الاثر تصرف کا احساس ہوتا ہے۔ اور بعض دفعہ یہ تصرف ایسا قوی ہوتا ہے کہ مجھ کو اپنے انوار میں ایسا دبا لیتا ہے۔ کہ میں دیکھتا ہوں کہ میں اسکی طرف ایسا کھنچا گیا ہوں کہ میری کوئی قوت اسکا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ اس تصرف میں کھلا اور روشن کلام سنتا ہوں۔ بعض وقت ملائکہ کو دیکھتا ہوں٭۔ اور سچائی میں جو اثر اور ہیبت ہوتی ہے مشاہدہ کرتا ہوں۔ اور وہ کلام بسا اوقات غیب کی باتوں پر مشتمل ہوتا ہے۔ اور ایسا تصرف اور اخذ خارجی ہوتا ہے۔ جس سے خدا تعالیٰ کا ثبوت ملتا ہے۔ اب اس انکار کرنا ایک کھلی کھلی صداقت کا خون کرنا ہے۔

مناسب ہے کہ سید صاحب موت سے پہلے اس صداقت کو آج مان لیں۔ اور آسمانی وحی کی توہین نہ کریں۔

تعجب ہے کہ وہ نظام ظاہری کو تو سمجھتے ہیں اور پھر نظام باطنی کا اسپر قیاس نہیں کرتے۔ نہیں سمجھتے کہ وہ خدا جس نے ہمارے نظام جسمانی کو اس طرح بنایا کہ آسمان ظاہری روشنی ہمارے لئے اترتی ہے اور حقیقی موثر آسمانی وسائط کے ذریعہ سے ہمارے جسمانی قویٰ پہ اپنا فیض نازل کرتا ہے۔ اور بغیر واسطہ علل کے کوئی فیض نازل کرنا اسکی عادت ہی نہیں۔ تو پھر کیونکر وہ خدا ہمارے روحانی نظام میں اس سلسلہ وسائط سے بالکل ہمکو منقطع کر دیوے۔ کیا جسمانی طور سے ہم اس سلسلہ سے منقطع ہیں۔ یا درحقیقت ایک سلسلہ وسائط میں بندھے ہوئے ہیں جو علت العلل سے شروع ہو کر ہم تک پہنچتا ہے۔ اس بحث پر غور کرنے کے لئے ہماری کتاب

٭ نوٹ صرف اتنا ہی نہیں کہ ملایک بعض وقت نظر آتے ہیں بلکہ بسا اوقات ملایک کا میرے اپنا واسطہ ہونا

توضیح مرام اور آئینہ کمالات اسلام دیکھنے چاہیئے - خاصکر فرشتوں کی ضرورت میں جس قدر مبسوط بحث آئینہ کمالات اسلام میں ہے اسکی نظیر کسی دوسری کتاب میں نہیں پاؤ گے - اور سید صاحب کی خداشناسی کا اندازہ معلوم کرنیکے لئے یہ اُنکے اقوال کافی ہیں - کہ وہ مخلوقات کو مقدر حقیقی کے تصرفوں اور حکومتوں سے بے نیاز کر بیٹھے ہیں - نہیں جانتے کہ خدا تعالیٰ کی خدائی اُسکی قدرت کاملہ سے وابستہ ہے - اور قدرت اسی کا نام ہے کہ اُسکے تصرفات اُسکی مخلوقات پر ہر آن غیر محدود ہوں - بلاشبہ یہ سچ ہے کہ **اگر اس مخلوقات کو اُسنے پیدا کیا ہے تو اپنی غیر محدود ذات کی طرح غیر محدود تصرفات کی گنجایش بھی رکھ لی ہوگی** - تا کسی درجہ پر اُسکی خدائی کا تعطّل لازم نہ آوے * اور اگر

---

* حاشیہ - اگر یہ اعتراض کیا جاوے کہ اس بات کے ماننے سے کہ خدا تعالیٰ کی غیر متناہی حکمت استحالات غیر متناہیہ پر قادر ہے - حقائق اشیا سے امان اُٹھہ جاتا ہے - مثلاً اگر خدا تعالیٰ اس بات پر قادر سمجھا جاوے کہ پانی کی صورت نوعیہ کو سلب کر کے ہوا کی صورت نوعیہ اسجگہ رکھدے یا ہوا کی صورت نوعیہ کو سلب کر کے آگ کی صورت نوعیہ اُسکی قایم مقام کر دے یا آگ کی صورت نوعیہ کو سلب کر کے اُن مخفی اسباب سے جو اُسکے علم میں ہیں پانی کی صورت نوعیہ پیدا کر دے یا مٹی کو کسی ترتیب کی تہ میں تصرفات لطیفہ سے سونا بنا دے یا سونے کو مٹی بنا دے تو اس سے امان اُٹھہ جائیگا اور علوم و فنون ضایع ہو جائیں گے -

تو اس سوال کا جواب یہ ہے کہ یہ خیال سراسر فاسد ہے کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ خدا تعالےٰ اپنی مخفی حکمتوں کے تصرف سے عناصر وغیرہ کو صدہا طور کے استحالات میں ڈالتا رہتا ہے ایک زمین کو ہی دیکھو کہ وہ انواع اقسام کے استحالات سے کیا کچھہ بنتی رہتی ہے اُسی سے سم الفار نکلتا ہے اور اُسی سے فاذ زہر اور اُسی سے سونا اور اُسی سے چاندی اور اُسی سے طرح طرح کے جواہرات اور ایسا ہی بخارات کا صعود ہو کر کیا کیا چیزیں ہیں جو آسمان

نعوذ باللہ آریہ ہندؤں کا قول صحیح ہے کہ پرمیشور ارواح اور ذرات عالم کا پیدا کرنیوالا نہیں تو اس صورت میں بلاشُبہ ایسا کمزور پرمیشور کسی حد تک کچھ ضعیف سی حکومت کرکے پھر ٹھہر جائیگا۔ اور ایک رسوائی کے ساتھہ اُسکی پردہ دری ہوگی۔ مگر ہمارا خداوند قادر مطلق ایسا نہیں ہے۔ وہ تمام ذرات عالم اور ارواح اور جمیع مخلوقات کو پیدا کرنیوالا ہے۔ اُسکی قدرت کی نسبت اگر کوئی سوال کیا جائے تو بجز اُن خاص باتوں کے جو اُسکی صفات کاملہ اور مواعید صادقہ کے منافی ہوں۔ باقی سب امور پر وہ قادر ہے اور یہہ بات کہ گو وہ قادر ہو مگر کرنا نہیں چاہتا یہ عجیب بیہودہ الزام ہے جبکہ اُسکی صفات میں کل یوم ھو فی شان بھی داخل ہے۔ اور ایسے تصرفات کہ پانی سے برودت دور کرے۔ یا آگ سے خاصیت احراق زائل کردیوے اُسکی صفات کاملہ اور مواعید صادقہ کی منافی

بقیہ حاشیہ میں پیدا ہوجاتی ہیں اُنہیں بخارات میں سے برف گرتی ہے اور اُنھیں سے اولے بنتے ہیں اور اُنھیں میں سے برق اور اُنھیں میں سے صاعقہ اور یہہ بھی ثابت ہوا ہے کہ کبھی کبھی آسمان سے راکھہ بھی گرتی ہے تو کیا ان حالات سے علم باطل ہوجاتے ہیں یا امان اُٹھہ جاتا ہے۔

اور اگر یہ کہو کہ ان چیزوں میں تو خدا تعالی نے پہلے ہی سے اُنکی فطرت میں ان تمام استحالات کا مادہ رکھا ہے تو ہمارا یہ جواب ہوگا کہ ہمنے کب اور کس وقت کہا کہ اشیاء متنازعہ فیہا میں ایسا مادہ منتشر کہ نہیں رکھا گیا بلکہ صحیح اور سچا مذہب تو یہی ہے کہ خدا تعالی نے جو اپنی ذات میں واحد ہے تمام اشیاء کو شے واحد کی طرح پیدا کیا ہے تا وہ موجد واحد کی وحدانیت پر دلالت کریں سو خدا تعالی نے اسی وحدانیت کے لحاظ سے اور نیز اپنی قدرت غیر محدودہ کے تقاضا سے استحالات کا مادہ ان میں رکھا ہے اور بجز اُن روحوں کے جو اپنی سعادت اور شقاوت میں خالدین فیھا

نہیں ہیں تو پھر کیوں تحکم کی راہ سے کہا جاوے کہ ہمیشہ کے لئے اُسپر لازم ہو گیا ہے کہ اُن چیزوں کی خاصیت میں کبھی تصرف نہ کرے !!! - اس لزوم پر دلیل کیا ہے - اور وجہ کیا - اور خدا تعالیٰ کو اس بیوجہ التزام کی جو اُسکی خدائی کو بھی داغ لگاتا ہے ضرورت کیا ہے - معلوم ہوتا ہے کہ اس رسالہ میں سید صاحب بھی اس کمزور خیال کے تو دہن کو سمجھ گئے ہیں اس لئے اپنے رکیک قول کے قایم رکھنے کے لئے اُنہوں نے ایک اور رکیک عذر پیش کیا ہے - اور وہ یہ کہ خدا تعالیٰ نے قرآن کریم میں کسی جگہ آگ کے گرم ہونے کی طرف اشارہ کیا ہے - اور کسی جگہ پانی کے سرد ہونے کی طرف ایما فرمایا ہے - اور کہیں کہا ہے کہ سورج مشرق سے مغرب کی طرف جاتا ہے - تو یہ بیانات جو حالات موجودہ کے اظہار کے لئے ہیں سید صاحب کی نظر میں بطور وعدہ کے

بقیہ حاشیہ ۔ ابد اکے مصداق ٹھہراے گئے ہیں اور وعدہ الٰہی نے ہمیشہ کے لئے ایک غیر متبدل خلقت اُن کے لئے مقرر کردی ہے باقی کوئی چیز مخلوقات میں سے استحالات سے بچی ہوئی معلوم نہیں ہوتی بلکہ اگر غور کرکے دیکھو تو ہر وقت ہر یک جسم میں استحالہ اپنا کام کر رہا ہے یہاں تک کہ علم طبعی کی تحقیقاتوں نے یہ ثابت کردیا ہے کہ تین برس تک انسان کا جسم بدل جاتا ہے اور پہلا جسم ذرات ہو کر اُڑ جاتا ہے مثلاً اگر پانی ہے یا آگ ہے تو وہ بھی استحالہ سے خالی نہیں اور دو طور کے استحالے اُن پر حکومت کر رہے ہیں ایک یہ کہ بعض اجزا نکل جاتے ہیں اور بعض اجزا جدیدہ آملتے ہیں دوسرے یہ کہ جو اجزا نکل جاتے ہیں وہ اپنی استعداد کے موافق دوسرا جسم لے لیتے ہیں غرض اس فانی دنیا کو استحالات کے چرخ پر چڑھائے رکھنا خدا تعالیٰ کی ایک سنت ہے اور ایک باریک نگاہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سب چیزیں بوجہ وحدت مبدء فیض اپنی اصل ماہیت میں ایک ہی ہیں گو ان چیزوں کا کامل کیمیاگر انسان نہیں بن سکتا اور کیونکر بنے حکیم مطلق نے اپنے اسرار حکمیہ غیر متناہیہ پر کسی دوسرے کو محیط نہیں کیا - اور اگر یہ کہو کہ اجرام علوی میں استحالات کہاں ہیں تو ہم

ہیں جن میں تغییر و تبدیل ممکن نہیں اگر استخراج دلائل کا یہی طریق ہے تو سید صاحب پر بڑی مشکل پڑیگی اور اُنکو ماننا پڑیگا کہ تمام بیانات قرآن کریم کے مواعید میں داخل ہیں۔ مثلاً خدا تعالی نے جو حضرت زکریا کو بشارت دیکر فرمایا انا نبشرک بغلام حلیم تو بموجب قاعدہ سید صاحب کے چاہیے تھا کہ حضرت یحیی ہمیشہ غلام یعنے لڑکے ہی رہتے۔ کیونکہ خدا تعالی نے حضرت یحیی کو غلام کر کے پکارا ہے اور یہ وعدہ ہوگیا۔ ایسی ہی اور بیسیوں مثالیں ہیں سب کو بیان کرنا صرف وقت ضایع کرنا ہے۔ اگر سید صاحب کی نظر میں واقعات موجودہ کے بیان کرنے سے آیندہ کے لئے اور ہمیشہ کے لئے کوئی وعدہ لازم آجاتا ہے تو اُن سے ڈرنا چاہئے کہ ایسا ہی وہ بات بات میں انسانوں پر الزام لگائینگے۔ اور ایک موجودہ واقعہ کے بیان کرنیکو وہ ایک دائمی وعدہ سمجھ لیں گے۔ میرے نزدیک بہتر ہے کہ سید صاحب

بقیہ حاشیہ کہتا ہوں کہ بیشک اُن میں بھی استحالات اور تحلیلات کا مادہ ہے گو ہمیں معلوم نہ ہو تبھی تو ایکدن زوال پذیر ہو جائینگے ماسوا اسکے ہزارہا چیزوں کے استحالات پر نظر ڈالکر ثابت ہوتا ہے کہ کوئی چیز استحالہ سے خالی نہیں سو تم پہلے زمین کے استحالات سے انکار کرلو پھر آسمان کی بات کرنا۔ تو کار زمین را نکو ساختی کہ با آسمان نیز پرداختی۔ غرض جب انواع اقسام کے استحالات ہر روز مشاہدہ میں آتے ہیں اور وحدت ذاتی الہی کا یہ تقاضا بھی معلوم ہوتا ہے کہ ان تمام چیزوں کا منبع اور مبدء ایک ہو اور خدا تعالی کی الوہیت تامہ بھی تبھی قایم رہ سکتی ہے کہ جب ذرہ ذرہ پر اُسکا تصرف تام ہو تو پھر یہ استبعاد اور یہ اعتراض کہ ان استحالات سے امان اُٹھ جائیگا اور علوم ضایع ہونگے اگر سخت غلطی نہیں تو اور کیا ہے اور ہم جو کہتے ہیں کہ اللہ جل شانہ قادر ہے کہ پانی سے آگ کا کام لیوے یا آگ سے پانی کا کام لیوے اس سے یہ مطلب تو نہیں کہ اپنی حکمت غیر متناہی کو اُسمیں دخل نہ دے یوں ہی تحکم سے کام لے لیوے کیونکہ خدا تعالی کا کوئی فعل آمیزش حکمت سے خالی نہیں اور نہ ہونا چاہئے بلکہ ہمارا یہ مطلب ہے کہ جس وقت وہ پانی سے آگ کا کام یا آگ سے پانی کا کام لینا چاہے تو اُسوقت اپنی اُس حکمت کو کام میں لائیگا جو اس عالم کے ذرہ ذرہ پر حکومت رکھتی ہے گو ہم اُس سے مطلع ہوں یا نہ ہوں اور ظاہر ہے کہ جو حکمت کے طور پر کام ہو وہ علوم کو ضایع نہیں کرتا بلکہ علوم کی اُس سے ترقی ہوتی ہے دیکھو مصنوعی طور پر پانی کی برف بنائی جاتی ہے باپ تی۔ قوتی

اپنے آخری دن کو یاد کر کے چند ماہ اس عاجز کی صحبت میں رہیں - اور چونکہ میں **مامور ہوں اور مبشر ہوں** اس لئے میں وعدہ کرتا ہوں کہ سید صاحب کے اطمینان کے لئے توجہ کرونگا - اور اُمید رکھتا ہوں کہ خدا تعالی کوئی ایسانشان دکھلائے کہ سید صاحب کے مجوزہ قانون قُدرت کو ایک دم میں خاک میں ملادیوے اور اس قسم کے کام اتبک بہت ظہور میں آئے ہیں کہ جو سید صاحب کی نظر میں قانون قدرت کے مخالف ہیں - مگر اُنکا بیان کرنا بیفایدہ ہے کہ سید صاحب اُسکو ایک قصہ سمجھیں گے - سید صاحب وحی ولایت کی ایسی پیشگوئیوں سے بھی تو منکر ہیں جو بذریعہ الہام اولیاء اللہ کو معلوم ہوتے ہیں - اور ان کی نظر میں وہ ایسی ہی خلاف قانون قدرت ہیں جیسا کہ آگ کا اپنی خاصیت احراق کو چھوڑ دینا -

---

بقیہ حاشیہ پیدا کیجاتی ہے تو کیا اس سے امان اُٹھہ جاتا ہے یا علم ضایع ہو جاتے ہیں -

اِس جگہ ایک اور سِرّ یاد رکھنے کے لایق ہے اور وہ یہ ہے کہ اولیاء سے جو خوارق کبھی اِس قسم کے ظہور میں آتے ہیں کہ پانی اُنکو ڈبو نہیں سکتا اور آگ اُنکو نقصان نہیں پہنچا سکتی اُسمیں بھی در اصل یہی بھید ہے کہ حکیم مطلق جسکی بے انتہا اسرار پر انسان حاوی نہیں ہو سکتا اپنے دوستوں اور مقربوں کی توجہ کے وقت کبھی یہ کرشمہ قدرت دکھلاتا ہے کہ وہ توجہ عالم میں تصرف کرتی ہے اور جن ایسے مخفی اسباب کے جمع ہونے سے مثلاً آگ کی حرارت اپنے اثر سے رُک سکتی ہے خواہ وہ اسباب اجرام علوی کی تاثیر ہوں یا خود مثلاً آگ کی کوئی مخفی خاصیت یا اپنے بدن کی ہی کوئی مخفی خاصیت یا ان تمام خاصیتوں کا مجموعہ ہو تو اُس توجہ اور اُس دُعا سے حرکت میں آتی ہیں تب ایک امر خارق عادت ظاہر ہوتا ہے مگر اس سے حقائق اشیاء کا اعتبار نہیں اُٹھتا اور نہ علوم ضایع ہوتے ہیں بلکہ یہ تو علوم الہیہ میں سے خود ایک علم ہے اور یہ اپنے مقام پر ہے اور مثلاً آگ کا محرق بالخاصیت ہونا اپنے مقام پر بلکہ یوں سمجھہ لیجئے کہ یہ روحانی مواد ہیں جو آگ پر غالب آکر اپنا اثر دکھاتے ہیں اور ایسے وقت اور محل سے خاص ہیں اس دقیقہ کو دُنیا کی عقل نہیں سمجھہ سکتی کہ انسان کامل خدا تعالی کے

ایسا ہی دعا کی ذاتی تاثیرات بھی جن کے ذریعہ سے وہ مطلب حاصل ہو جاتا ہے۔ جسکے لیئے دعا کی گئی سیّد صاحب کی نظر میں خلاف قانون قدرت ہیں۔ سو اگر سیّد صاحب میرے پاس آ نہیں سکتے تو ان دونوں باتوں میں ہی وعدہ قبول حق کرکے مجھہ کو اجازت دیں کہ اُنکی نسبت جناب الٰہی میں توجہ کرکے جو کچھہ ظاہر ہو وہ شایع کروں اس سے عام لوگوں کو فائدہ ہو جائیگا۔ اگر سیّد صاحب کی رائے درحقیقت درست ہے تو میں اپنے مطلب میں کامیاب نہیں ہونگا۔ ورنہ عقلمند لوگ سیّد صاحب کے خراب عقیدوں سے نجات پاکر پھر اپنے عظیم الشان خدا تعالیٰ کو پہچان لیں گے۔ اور محبت سے اُسکی طرف رجوع کریں گے۔ اور دعا کے وقت اُس کی

بقیہ حاشیہ روح کا جلوہ گاہ ہوتا ہے اور جب کبھی کامل انسان پر ایک ایسا وقت آجاتا ہے کہ وہ اُس جلوہ کا عین وقت ہوتا ہے تو اُسوقت ہر ایک چیز اُس سے ایسی ڈرتی ہے جیسا کہ خدا تعالیٰ سے اُسوقت اُسکو درندہ کے آگے ڈالدو آگ میں ڈالدو وہ اُس سے کچھہ بھی نقصان نہیں اُٹھائیگا کیونکہ اس وقت خدا تعالیٰ کی روح اُسپر ہوتی ہے اور ہر ایک چیز کا عہد ہے کہ اُس سے ڈرے یہ معرفت کا ایک اخیری بھید ہے جو بغیر صحبت کاملین سمجھہ میں نہیں آسکتا چونکہ یہ نہایت دقیق اور پھر نہایت درجہ نادرالوقوع ہے اسلیئے ہر ایک فہم اس فلاسفی سے آگاہ نہیں مگر یاد رکھو کہ ہر ایک چیز خدا تعالیٰ کی آواز سنتی ہے ہر ایک چیز پر خدا تعالیٰ کا تصرف ہے اور ہر ایک چیز کی تمام ڈوریاں خدا تعالیٰ کے ہاتھہ میں ہیں اُسکی حکمت ایک بے انتہا حکمت ہے جو ہر ایک ذرہ کی جڑھ تک پہنچی ہوئی ہے اور ہر ایک چیز میں اُتنی ہی خاصیتیں ہیں جتنی اُسکی قدرتیں ہیں جو شخص اس بات پر ایمان نہیں لاتا وہ اُس گروہ میں داخل ہے جو ما قدروا اللہ حق قدرہٖ کے مصداق ہیں۔ اور چونکہ انسان کامل مظہر اتم تمام عالم کا ہوتا ہے اسلیئے تمام عالم اُسکی طرف وقتاً فوقتاً کھینچا جاتا ہے وہ روحانی عالم کا ایک عنکبوت ہوتا ہے اور تمام عالم اُسکی تاریں ہوتی ہیں اور خوارق کا یہی سر ہے۔

ہر کہ کار و بار ہستی اثر ہی ست عارفاں را ہو زجہاں چہ دیدہ کس کہ ندید ایں جہاں را ہو
منہ

رحمتوں سے نا امید نہیں ہونگے - اور دعا کے وقت لذت اٹھاینگے - اور خدا تعالیٰ کے وجود کا فایدہ بھی تو یہی ہے - کہ ہماری دعائیں سُنے - اور آپ اپنے وجود سے ہمیں خبر دے - نہ کہ ہم ہزار ہزار تکلیف سے ایک بت کی طرح ایک فرضی خدا دل میں قایم کریں - جسکی ہم آواز نہیں سُن سکتے - اور اُسکی نمایاں قُدرت کا کوئی جلوہ نہیں دیکھ سکتے - یقیناً سمجھو کہ وہ قادر خدا موجود ہے جو ہر چیز پر قادر ہے - و ما غلت ایدیہم بل یداہ مبسوطتان ینفق کیف یشاء و یفعل ما یرید - وھو علی کل شیء قدیر - و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین -

---

روئے دلبر از طلبگاران نمی دارد حجاب
می درخشد در خور و می تابد اندر ماہتاب

لیکن آن روئے حسین از غافلان ماند نہان
عاشقی باید کہ بردارند از بہرش نقاب

دامن پاکش ز نخوت ہا نمی آید بدست
ہیچ راہے نیست غیر از عجز و درد و اضطراب

بس خطرناک است راہ کوچہ یار قدیم
جان سلامت بایدت از خود روی ہا سر بتاب

تا کلامش فہم و عقل نا سزایان کم رسد
ہر کہ از خود گم شود او یابد آن راہ صواب

مشکل قرآن نہ از ابنائے دنیا حل شود
ذوق آن می داند آن مستی کہ نوشد آن شراب

اے کہ آگاہی ندادہ قدرت آن ذو المنن
در حق ما ہرچہ گوئی نیستی جائے عتاب

از سر وعظ و نصیحت این سخن ہا گفتہ ایم
تا مگر زین مرہمی بہ گردد آن زخمی خراب

از دعا کن چارہ آزار انکار دعا
چون علاج مے ز مے وقت خمار و التہاب

اے کہ گوئی گر دعاہا را اثر بودی کجاست
سوئے من بشتاب بنمائیم ترا چون آفتاب

ہان مکن انکار زین اسرار قدرت ہائے حق
قصہ کوتہ کن ببین از ما دعائے مستجاب

دیکھو صفحہ ۳۲ - ۳۳ - ۳۴ سراج منیر

(اسکو غور سے پڑھو کہ اس میں آپ لوگوں کے لئے خوشخبری ہے)

بخدمت امراء و رئیسان و منعمان ذی مقدرت و والیان ارباب حکومت و منزلت

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم۔

اے بزرگان اسلام خدا تعالیٰ آپ لوگوں کے دلوں میں تمام فرقوں سے بڑھ کر نیک ارادے پیدا کرے اور اس نازک وقت میں آپ لوگوں کو اپنے پیارے دین کا سچا خادم بنا دے میں اس وقت محض للہ اس ضروری امر سے اطلاع دیتا ہوں کہ مجھے خدا تعالیٰ نے اس چودھویں صدی کے سر پر اپنی طرف سے مامور کر کے دین متین اسلام کی تجدید اور تائید کے لئے بھیجا ہے تا کہ میں اس پُرآشوب زمانہ میں قرآن کی خوبیاں اور حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمتیں ظاہر کروں اور اُن تمام دشمنوں کو جو اسلام پر حملہ کر رہے ہیں اُن نوروں اور برکات اور خوارق اور علوم لدنیہ کی مدد سے جواب دوں جو مجھ کو عطا کئے گئے ہیں سو یہ کام برابر دس برس سے ہو رہا ہے لیکن چونکہ وہ تمام ضرورتیں جو ہمکو اشاعت اسلام کے لئے درپیش ہیں بہت سی مالی امدادات کے محتاج ہیں اس لئے میں نے یہ ضروری سمجھا کہ بطور تبلیغ آپ صاحبوں کو اطلاع دوں سو سنو اے عالیجاہ بزرگو ہمارے لئے اللہ جل شانہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی راہ میں یہ مشکلات درپیش ہیں کہ ایسی تالیفات کے لئے جو لاکھوں آدمیوں میں پھیلانی چاہئے بہت سے سرمایہ کی حاجت ہے اور اب صورت یہ ہے کہ اول تو

ان بڑے بڑے مقاصد کے لئے کچھ بھی سرمایہ کا بندوبست نہیں اور اگر بعض پُرجوش مردانِ دین* کی ہمت و اعانت سے کوئی کتاب تالیف ہو کر شائع ہو تو بباعث کم توجہی اور غفلت زمانہ کے وہ کتاب بجز چند نسخوں کے زیادہ فروخت نہیں ہوتی اور اکثر نسخے اسکے سالہا سال صندوقوں میں بند رہتے ہیں یا للہ مفت تقسیم کئے جاتے ہیں اور اس طرح اشاعت ضروریات دین میں بہت سا حرج ہو رہا ہے اور گو خدا تعالیٰ اس جماعت کو دن بدن زیادہ کرتا جاتا ہے مگر ابھی تک ایسے دولتمند نہیں ہمارے ساتھ کوئی بھی نہیں کہ کوئی حصہ معتدبہ اس خدمت اسلام کا اپنے ذمہ لے لے اور چونکہ یہ عاجز خدا تعالیٰ سے مامور ہو کر تجدید دین کے لئے آیا ہے اور مجھے اللہ جل شانہ نے یہ خوشخبری بھی دی ہے کہ وہ بعض امرا اور ملوک کو بھی ہمارے گروہ میں داخل کریگا اور مجھے اُسنے فرمایا کہ میں تجھے برکت پر برکت دونگا یہاں تک کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈھیں گے۔ سو اسی بنا پر آج مجھے خیال آیا کہ میں ارباب دولت اور مقدرت کو اپنے کام کی نصرت کے لئے تحریک کروں۔

اور چونکہ یہ دینی مدد کا کام ایک عظیم الشان کام ہے اور انسان اپنے شکوک اور شبہات اور وساوس سے خالی نہیں ہوتا اور بغیر شناخت وہ صدق بھی پیدا نہیں ہوتا جس سے ایسی بڑی مددوں کا حوصلہ ہو سکے اسلئے میں تمام امرا کی خدمت میں بطور عام اعلان کے لکھتا ہوں کہ اگر انکو بغیر آزمائش ایسی مدد میں تامل ہو تو وہ اپنے بعض مقاصد اور مہمات اور مشکلات کو اس غرض سے میری طرف لکھ بھیجیں کہ تا میں اُن مقاصد کے پورے ہونے کے لئے دُعا کروں۔ مگر اس بات کو تصریح سے لکھ بھیجیں کہ وہ مطلب پورا ہونے کے وقت کہاں تک ہمیں اسلام کی راہ میں مالی مدد دینگے اور کیا اُنھوں نے اپنے دل

* پرجوش مردان دین سے مراد اس جگہ اخویم حضرت مولوی حکیم نور الدین صاحب بھیروی ہیں جنہوں نے گویا اپنا تمام مال اسی راہ میں لٹا دیا
اور بعد ان کے [illegible]

صاحب کی

ہیں پختہ اور حتمی وعدہ کرلیا ہے کہ ضرور وہ اسقدر مدد دینگے اگر ایسا خط کسی کا انشراح طلب تقریر
طرف سے مجھ کو پہنچا تو میں اُس کے لئے دُعا کرونگا اور میں یقین رکھتا ہوں کہ دیگا۔ اس حق
ہمدرد ہو ضرور خدا تعالیٰ میری دعا سنیگا اور مجھ کو الہام کے ذریعہ سے اطلاع دیگا بشرطیکہ قادر سے
سے نومید نہ ہو کہ ہمارے مقاصد بہت پیچیدہ ہیں کیونکہ خدا تعالیٰ ہر درخواستیں آئیں
بشرطیکہ ارادہ ازلی اسکے مخالف نہو۔ اور اگر ایسے صاحبوں کی بہت سی دلی خوشخبری
تو صرف انکو اطلاع دیجائیگی جنکے کشود کار کی نسبت ارادہ باب حضرت عز اسقدر ہو جائیں
ملیگی۔ اور یہ امور منکرین کے لئے نشان بھی ہونگے اور شاید یہ نشان نا لکھتا ہوں کہ
کہ وبا کی طرح پھیلنے لگیں۔ بالآخر میں ہر ایک مسلمان کی خدمت میں نصیحتاً غریب کے اور میں
اسلام کے لئے جاگو اسلام سخت فتنہ میں پڑا ہے اسکی مدد کرو کہ اب کتاب کے پہلے
اسی لئے آیا ہوں اور مجھے خدا تعالیٰ نے علم قرآن بخشا ہے اور حقایق معارف مجھے قسم ہے اس
ہیں اور خوارق مجھے عطا کئے ہیں سو میری طرف آؤ تا اس نعمت سے تم بھی حصہ پاؤ بھیجا گیا ہوں
خدا تعالیٰ کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ میں خدا تعالیٰ کی طرف سے ہیں ایک مجدد
کیا ضرور تھا کہ ایسی عظیم الفتن صدی کے سر پر جسکی کھلی کھلی آفات تم مجھے شناخت
کھلے کھلے دعوی کے ساتھ آتا سو عنقریب میرے کاموں کے ساتھ اسکی سند یاہ
کرو گے ہر ایک جو خدا تعالیٰ کی طرف سے آیا اُسوقت کے علماء کی ناسمجھی تفسیر میں پھیل
ہوئی آخر جب وہ پہچانا گیا تو اپنے کاموں سے پہچانا گیا کہ تلخ درخت پاتی ہیں۔ اسے
نہیں لا سکتا اور خدا غیر کو وہ برکتیں نہیں دیتا جو خاصوں کو دی طرف سے مجاہد
لوگو اسلام نہایت ضعیف ہو گیا ہے اور اعداء دین کا چاروں وقت میں مجددی
سے اور تین ہزار سے زیادہ مجموعہ اعتراضات کا ہو گیا ہے ایسے

ت فاش نہ کیا جاوے اور اس
آو توجہ الہٰ بہت زیادہ موثر ہوگا۔
بھی چاہئے کہ خط نہایت احتیاط سے بذریعہ رجسٹری ہمرمہر آوے اور اُس رانہ کو تہہ لفافہ

ن دکھائی اور مردان خدا اِس جگہ پاؤ والسلام علی من اتبع الھدےٰ

ین احمدؐ ہیچ خویش و یار نیست — ہر کسی در کار خود با دین احمد کار نیست

ضلالت صد ہزاران تن بلوہ — حیف بر چشمے کہ اکنون نیز ہم بیدار نیست

ن نعمت این چنین غفلت چرا ست — ہیچ و از خواب پاخود بخت این بیدار نیست

ی خدا ایک نظر بر حال دین — آنچہ می بینیم بلا ہا حاجت اظہار نیست

ست و در خفتش بخبر ای یاران — و ہلنش از دور کار مرہم و بیدار نیست

دین در خون می لب من می تپد — محرم این درد ما جز عالم اسرار نیست

و دو از ہم کہ داند جز خدا — زہر می نوشیم لیکن نیرۂ گفتار نیست

ی اہل و اقارب می کند — ای دریغ این بیکسی را ہیچ کس غمخوار نیست

م روان چون کشتگان کربلا — اے عجب این مردمان را مہر آن دلدار نیست

م بذل شان در کار نفس — کاین ہمہ جود و سخاوت در رہِ دادار نیست

قدرت ہم عزم تائیدات دین — لطف کن ما را نظر یا اندک و بسیار نیست

خاک می غلطد ز جورِ ناکسان — آنکہ مثلِ او بزیر گنبدِ دوار نیست

مصیبت چارہ ما بیکسان — جز دعاء بامداد و گریۂ اسحار نیست

لمن شاد آن دلِ تاریک را — آنکہ او را فکر دینِ احمدِ مختار نیست

اے برادر پنج روز ایام عشرت ہا بود

دائما عیش و بہارِ گلشن و گلزار نیست

راقم

مرزا غلام احمدؐ از قادیان ضلع گورداسپورہ پنجاب

RULES:-

1. The book must be returned on the date stamped above.
2. A fine of Re. 1/- per volume per day shall be charged for text-books and 10 P. per vol. per day for general books kept over-due.